

# سیِرت اولیٰ قرنی

حضرت اولیٰ قرنی

مُصنف

پروفیسر محمد طفیل حومدی

ضیام افٹر آن پبل کیشنز

لاہور ○ کراچی ○ پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

|             |                                   |
|-------------|-----------------------------------|
| نام کتاب    | سیرت حضرت اولیس قرنی رضی اللہ عنہ |
| مصنف        | پروفیسر محمد طفیل چودھری          |
| تاریخ اشاعت | 85103 مئی 2008ء                   |
| ناشر        | ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور      |
| تعداد       | ایک ہزار                          |
| کمپیوٹر کوڈ | SH13                              |
| قیمت        | 60 روپے                           |

ملنے کے پتے

## ضیاء القرآن پبلیکیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:- 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ اقبال سنشر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411 - فیکس: 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- [www.zia-ul-quran.com](http://www.zia-ul-quran.com)

وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ لَّهُ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ  
وَرَاضُوا عَنْهُ

”اور جنہوں نے ان کی اچھے طریقے سے پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔“ (توبہ: 100)

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

”خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم ہے۔“ (یونس: 62)

رَبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ  
عَلَى اللَّهِ لَا يَرَهُ

”کئی پر اگنده بالوں والے جود روازوں سے ہٹا دیئے جاتے ہیں اگر وہ اللہ پر قسم اٹھائیں تو وہ ضرور پوری فرماتا ہے۔“ (بخاری شریف)

## انتساب

پیارے بیٹیے عبد القدر خاں اور محمد ارسلان خاں اور  
 پیاری بیٹی سعدیہ کے نام جن کو دیکھ کر دل کو کہ سکون ملتا  
 ہے اور آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے۔ خدا میرے بچوں کو  
 صاحبِ ایمان، سعادت مند اور صاحبِ عظمت و عزت  
 بنائے۔

## فہرست مضمائیں

|    |  |    |                                |
|----|--|----|--------------------------------|
| 34 | اشعر یوں کا وفد  | 8  | حرف آغاز                       |
| 38 | وفدِ ازاد  | 9  | باب 1<br>(تاریخ یمن و قرن)     |
|    | باب 3  | 9  | قرن                            |
| 41 | فضائل و مناقب حضرت اولیس<br>القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | 9  | سلطنتِ معین                    |
| 41 | ارشادات نبوی ﷺ   | 12 | ملکت سبا                       |
|    | باب 4  | 14 | سدِ مارب                       |
|    | خیر التابعین حضرت اولیس رضی                            | 16 | سیل عمر                        |
| 45 | اللہ تعالیٰ عنہ  | 19 | سلطنتِ حمیر                    |
| 45 | حالات زندگی  | 22 | حسان بن تبان اسد ابی کرب       |
| 46 | نام  | 23 | عمرو حاکم یمن                  |
| 47 | قرنی کی وجہ تسمیہ                                      | 23 | الخنیع                         |
| 47 | حسب و نسب و ولادت                                      | 23 | ذونواس                         |
| 48 | حلیہ مبارک   | 24 | واقعہ احدود                    |
| 51 | تعلیم و تربیت اور قبول دین حق                          | 26 | ذونواس کا نجران پر حملہ        |
| 53 | خورد و طعام  | 27 | سیف ذی یزدان حمیری             |
| 55 | بود و باش اور عزلت نشینی                               | 29 | کیا بوقطحان بنو اسماعیل سے ہیں |
| 59 | مجاہدات و ریاضت  |    | باب 2                          |
| 60 | ذکر کی تاثیر   | 34 | (اہل یمن کے فضائل)             |

|     |                                 |    |                                 |
|-----|---------------------------------|----|---------------------------------|
| 90  | شہادتِ دندان مبارک              | 60 | شہرت سے اجتناب                  |
|     | باب 8                           | 61 | خوفِ الہی                       |
| 94  | ہرم بن حیان سے ملاقات           | 62 | علوم باطن و ظاہری               |
| 95  | روحوں کا تعارف                  | 63 | امر بالمعروف                    |
| 95  | محدث نہ مفتی                    | 64 | تقویٰ - شوقِ جہاد               |
| 95  | قراءت اور خوفِ الہی             | 5  | باب 5                           |
|     | حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے | 65 | درِ مصطفیٰ ﷺ پر حاضری           |
| 96  | وصال کی خبر                     | 66 | سفر مدینہ والدہ کی زندگی میں    |
| 96  | وصیت                            | 69 | سفر مدینہ بعد از وفات والدہ     |
| 97  | وفات                            | 70 | دیدارِ گنبد خضرا                |
| 97  | بیماری کی موت                   | 6  | باب 6                           |
| 98  | شہادت کی موت                    |    | وارث جبہ و تعارف اویس رضی       |
| 101 | مزارات                          | 72 | اللہ تعالیٰ عنہ                 |
|     | باب 9                           | 73 | اہل کوفہ کی توقیر               |
| 103 | کراماتِ اولیاء اللہ             |    | باب 7                           |
| 106 | کراماتِ خواجہ قرآن              |    | صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم     |
| 106 | پرندہ                           | 76 | اجمیعین سے ملاقات               |
| 107 | ملائکہ کا چہرہ                  |    | حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے |
| 107 | شہادت عمر کی خبر                | 77 | مقالات کی متعدد روایات          |
| 107 | غیبی بکری                       |    | جبہ مبارک اور حضرت اویس رضی     |
| 108 | غیبی کفن                        | 85 | اللہ تعالیٰ عنہ                 |
| 108 | دریا میں نماز                   | 89 | ولادت و خلافت                   |

|     |                               |     |                               |
|-----|-------------------------------|-----|-------------------------------|
| 120 | حقیقتِ زمان و مکان            | 109 | قیامت میں مخفی                |
| 120 | مشاهدے کا حرکت کرنا           | 109 | کرامات ہی کرامات              |
| 121 | انسان کی ذات اور قوتِ مشاہدہ  | 109 | حضور ﷺ کی مدح خوانی           |
| 121 | انسانی جسم کی بر قی رو        |     | باب 10                        |
| 122 | جسم انسانی کے پاورہاؤس        | 112 | جدید سائنس اور تصوف الگ نہیں  |
| 122 | لطائفِ ستہ                    | 113 | مذہب عقائد معبود اور عبادت    |
| 123 | لطائف اور ارتکازِ توجہ        | 114 | کائنات                        |
|     | لگن ارتکاز یکسوئی اور نصف     | 114 | طبیعت                         |
| 123 | العین                         | 114 | کائنات اور مادہ               |
| 125 | مراقبہ اور سائنس              | 115 | ما بعد الطبیعاتی مسائل        |
| 127 | ارتکاز اور کشف                | 115 | خیالات کی اثر انگیزی          |
| 127 | غدوہ بلغمی و صنوبری           | 115 | قوت ارادی، یکسوئی اور خیالات  |
| 128 | مادے اور لہروں کا ربط         | 116 | قوتِ خیال                     |
| 128 | ذکر الہی اور سائنس کے اکشافات | 116 | طااقت کا اصول اور تو انا نیاں |
| 131 | بیعت کی حقیقت                 | 117 | محجزات اور کشف و کرامات       |
| 132 | تصوف کی ضرورت                 | 117 | اللہ کا تصور                  |
| 133 | اظہارِ شکر                    |     | اجام سے مقناطیسی لہروں کا     |
| 134 | ماخذ                          | 118 | اخراج اور ہالہ نور            |
|     |                               | 118 | افعال دماغ                    |

## حرفِ آغاز

نیک لوگوں کے تذکرے سعادت مندی کا باعث ہوتے ہیں۔ سروِ عالمیان ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے کسی مومن کا تذکرہ لکھا گویا اس نے اسے زندہ کیا اور جس نے کسی کا تذکرہ پڑھا گویا اس کی زیارت کی اور جس نے تذکروں کو زندہ کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔

نیک اور پاکیزہ النفس خدا کے محبوب بندوں کے تذکرے انسان کے لئے قلبی سکون کا باعث ہوتے ہیں انسان کے غم دور ہوتے ہیں اور عقلِ انسانی کو جلا ملتی ہے۔ محبوبانِ خدا کی سیرت سے اچھے اخلاق اور بلند اعمال اخذ کئے جاتے ہیں۔ جب کسی قدسی روح اور نیک طبع انسان کے حالات بیان ہوتے ہیں تو لازماً نصیبوں کی گوناگونی پر تعجب ہوتا ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ رحمت کے درپیچ کھول دیتی ہے۔

پس یہی وجہ ہے میں نے خدا کے محبوب بندگان کے حالاتِ زندگی رقم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمتِ خاص اور توفیق سے سید حضرت بلاں رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے خیرالتابعین حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ کے تذکرے کا انتخاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مقصد میں کامیاب فرمایا۔ خدا ان پاکیزہ و مطہر محبوبان کی طفیل میری بخشش فرمائے۔

پروفیسر محمد طفیل چودھری

## باب 1

## تاریخ یمن و قرن

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا وطن مالوف یمن تھا اور یمن کے شہر قرن کے رہنے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے احوال و واقعات کو احاطہ تحریر میں لانے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ کے وطن یمن اور جس بستی "قرن" کے آپ رہنے والے تھے، کی تاریخ بیان کر دی جائے تاکہ اس خطہ کی تاریخی اور جغرافیائی اہمیت کے ہر پہلو سے قارئین کو آگھی ہو جائے چونکہ یہ مسلمه حقیقت ہے کہ انسان کے خصائص، عادات و اطوار پر آب و ہوا اور علاقائی حالات کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ کسی مخصوص خطے کے باشندگان کی تعمیر و ترقی، کمال و زوال اور تہذیب و تمدن کی پیش رفت میں ان عوامل کا خاص اور اہم تعلق رہا ہے۔

یمن

یَمَنِ كَعْبَةٍ يُعنِي جن شہروں اور بستیوں کا وقوع کا خانہ کعبہ کے دائیں جانب پڑتا ہے۔ قدیم زمانہ میں اس خطے کا نام یمن تھا۔ زمانہ قدیم سے یہ ملک تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ جزیرہ نما عرب کے جنوب مغربی گوشہ پر واقع ہے۔ مرد ر زمانہ کے ساتھ ساتھ اس ملک کا جغرافیہ بدلتا رہا۔ دور حاضر کا یمن ان خطوں پر مشتمل نہیں ہے جن پر دور رفتہ میں مشتمل تھا۔ تاہم اس وقت بھی اس کے مرکزی اور بڑے حصہ جات یمن میں شامل ہیں۔ جو چیز یا شخص یمن کی طرف منسوب ہوا سے یمنی یا یمانی کہتے ہیں اور یمان بھی۔ بعض لوگ یمانی کو "ی" کی تشدید کے ساتھ یَمَانِی اور یَمَانِیَہ بھی بیان کرتے ہیں۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے "تاریخ اسلام" صفحہ نمبر 49 پر لکھا ہے کہ یعرب بن قحطان کو یمن بھی کہتے تھے اس لیے اسی کے نام سے یہ ملک یمن کہلا یا۔

قرن

(ق اور ر کے فتح کے ساتھ) ایک بستی کا نام ہے جو ملک یمن میں واقع ہے۔ اور

حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے اجداد میں سے ایک شخص قرن بن رومان بن ناجیہ بن مراد کے نام سے منسوب تھی۔

### قرن

عرب میں ایک اور قرن بھی ہے جس کو قرن المنازل کہا جاتا ہے لیکن یہ قرن "ر" کے جزء کے ساتھ ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے بیس، تمیں میل کے فاصلے پر بجانب مشرق، نجد جانے والے راستے پر واقع ہے۔ اہل نجد کی میقات یہی قرن ہے۔ علامہ جوہری نے اسی قرن کو "ر" کے زبر کے ساتھ لکھا ہے اور حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو اسی قرن سے منسوب کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ (بحوالہ مظاہر حق جدید)

یمن کے شمال میں عیسیر، نجران اور حجاز مقدس کا علاقہ ہے۔ اور مشرق کی جانب حضرموت کی وادی ہے جبکہ مغرب کی جانب بحرہ قلزم اور جنوب کی جانب بحیرہ عرب واقع ہے۔ یمن کی سہر زمین زمانہ قدیم سے ہی سرسبز و شاداب اور تہذیب و تمدن کا گھوارہ رہی ہے۔ قبل از اسلام بخطہ اس وقت کی دو سپر پا اور ز کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ مشرق میں ایران کی عظیم سلطنت تھی اور مغرب میں سلطنت روم واقع تھی۔ ان دونوں سپر پا اور ز کے یمن پر گھرے اثرات تھے۔ قبل از اسلام اس خطہ میں تین آزاد ریاستیں تھیں یعنی معین سبا اور جمیر۔

### سلطنت معین

سب سے قدیم مملکت معین کی تھی جس کا زمانہ حکومت سبا سے پہلے کا تھا۔ معین عراقی لسل عمالقہ سے تھے۔ سیاسی حالات کے پیش نظر یہ قبیلہ عراق چھوڑنے پر مجبور ہوا اور پہا امن زندگی گذارنے اور اپنی تجارت و کاروبار کو فروغ دینے کے لیے یمن کے منطقہ جوف میں جا بسے اور وہاں سلطنتِ معین کی بنیاد ڈالی۔ سلطنتِ معین کے حکمران جنگ و جدل سے نفور تھے۔ ان کی ساری دلچسپی تجارت کے فروغ پر مرکوز رہی۔ دور دراز علاقوں سے جو آثار ملے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تجارت کا دائرہ بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یونان کے قدیم موئیین کی تحریروں میں نہ سلطنتِ معین کا کہیں ذکر ملتا ہے اور نہ ہی ان کے بادشاہوں کے

ناموں کا تذکرہ ہے لیکن ماہرین آثار قدیمہ نے کھدائی کے بعد حاصل ہونے والے کھنڈرات اور وہاں پر موجود تحریروں سے سلطنتِ معین اور ان کے بادشاہوں کے ناموں کا اکشاف کیا ہے۔

ابتداء میں یہ سلطنت قتبان اور سبا کے شمال میں واقع تھی۔ حضرموت اس کے مشرق میں تھا۔ اس کے دارالحکومت کا نام ”القدن“ تھا بعد میں یہ سلطنتِ معین حضرموت اور بلخ میں تھا۔ تک پھیل گئی۔ آثارِ قدیمہ کا مشہور ماہر جوزف حلسفی (Josef Halavy) کہتا ہے کہ منطقہ جوف میں جو کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں جزیرہ عرب میں دریافت ہونے والے تمام کھنڈرات سے پرانے ہیں اور تاریخی لحاظ سے وہ کھنڈرات بہت اہم ہیں جواب بھی معین اور مارب کے نام سے مشہور ہیں۔ دریافت ہونے والے نقوش سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں ملوکیت کا نظام راجح تھا یعنی باپ کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوتا۔ کبھی کبھی دو بیٹے مل کر بھی حکومت کرتے تھے۔ معین کے بادشاہ اگرچہ تمام اختیارات کے مالک تھے تاہم ملکی امور طے کرنے میں وہ شاہی خاندان کے بزرگوں، رجالی دین، قبائل کے سرداروں اور رؤسائے شہر سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ (ضیاءالنبی جلد اول صفحہ 62-261)

آثارِ قدیمہ سے بعض ایسی چیزیں اور تحریریں برآمد ہوئی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ہر شہر کی الگ الگ حکومت تھی۔ مذہبی امور سے متعلق معاملات طے کرنے کے لیے ایک علیحدہ مذہبی مجلس ہوتی تھی۔ ہر شہر کی اپنی مجلس شوریٰ ہوا کرتی تھی جس کے ذمہ سلطنت کا انتظام اور دیگر حکومتی امور تھے۔ یہی مجلس لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ بھی کرتی تھی۔ ہر قبیلے کا مجلس مشاورت کا اپنا علیحدہ ہال ہوتا جہاں بیٹھ کر وہ ملکی معاملات پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ ان عمارات کو مزود کہا جاتا تھا۔ اس مزدود کی وہی حیثیت تھی جو اہل مکہ کے نزدیک دارالند وہ کی تھی۔

حکومت کے ذرائع آمدن ٹیکس تھے جو زمین کی پیداوار اور مالی تجارت پر عائد تھے۔ عبادت گاہوں کے لیے الگ ٹیکس عائد تھے۔ ہر معبد کے ساتھ وسیع مزروعہ رقبہ مخصوص تھا۔

مخصوص خداوں کی خدمت میں نذرانے پیش کرنے کا بھی رواج تھا جن کا باقاعدہ اندر ارج کیا جاتا تھا۔

ہر شہر میں ایک علیحدہ عبادت گاہ ہوتی تھی۔ بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ عبادت گاہیں بھی تھیں۔ ہر عبادت گاہ کسی دیوتا (خدا) سے منسوب ہوتی تھی اُن کا سب سے بڑا خدا عشرت یا عشتا تھا جو کہ ستارہ زہرہ کا مجسمہ تھا۔ اس کے علاوہ وڈا اور نکرخ ان کے دو بڑے خدا تھے۔ معین کے لوگ اپنے خداوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔

معین کی حکومت کا دور بارہ سو قبل مسیح سے چھ سو پچاس تک ہے۔ ان لوگوں نے تجارت کے میدان میں ترقی کی۔ حکومت نے بھی تاجریوں سے تعاون کیا۔ خلیج فارس سے لے کر بحر قلزم (احمر) کے ساحل کے ساتھ ساتھ بلا دی جہاز سے آگے ہودان تک تجارتی کوٹھیوں کا سلسلہ قائم کیا۔ ان کی اہم تجارت جنوب مشرقی ایشیا سے درآمد شدہ پارچات گرم مصالحوں، بخور اور دیگر مصنوعات پر مشتمل تھی خصوصاً بخور جو کہ اہل مصر اپنے معبودوں کو خوش کرنے کے لیے ان گنت مندوں میں جلاتے تھے۔ الخضر سلطنت معین اپنے زمانے میں سیاسی اعتبار سے طاقتور اور معاشی لحاظ سے خوش حال تھی۔

### مملکت سبا

جب سلطنت معین انحطاط سے گزر رہی تھی تو قتبان اور معین کے درمیان سبا کے علاقے میں ایک اور قوم نے انگڑائی لی۔ اگرچہ اس کے اقتدار کا آغاز ایک چھوٹی سی ریاست سے ہوا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے یہ قوم بڑی سرعت سے ترقی کے مراحل طے کرتے ہوئے گرد و نواح کے وسیع و عریض علاقے پر چھا گئی۔ مملکت سبا کا دور حکومت نو سو پچاس سے لے کر ایک سو پچاس قبل مسیح کا زمانہ ہے۔ نو سو پچاس سے چھ سو پچاس تک معین اور سبا کی مملکتیں ساتھ ساتھ رہیں۔ اس پہلے دور میں مملکت سبا کے سترہ حکمران ہوئے جن کو ”مکرب سبا“ کہا جاتا تھا۔ ان کا دار الحکومت ”صرواح“ تھا۔ آج کل یہ ہندو رات کا ذہیر ہے۔

دوسرے دور کا آغاز چھ سو پچاس قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے جب حکومتِ معین کا چراغ

گل ہو گیا۔ اس کا اختتام ایک سو پانچ قبل مسح میں ہوا۔ اس دور کے حکمرانوں کو ”ملک سبا“ کہا جاتا تھا۔ ان کا دارالحکومت ”مارب“ تھا جو ”صرواح“ کے مشرقی جانب ایک دن کی مسافت پر تھا۔ سبا اس علاقے کا نام تھا۔ جو لوگ اس علاقے میں رہتے تھے اسی کے نام سے موسم تھے۔ آرب کا شہر جسے زیابہ بھی کہتے ہیں صناء سے 55 میل کے فاصلے پر تھا۔ اب یہ شہر کھنڈرات کی شکل میں موجود ہے۔

اہل یمن یعنی بن قحطان کی نسل سے ہیں۔ اس نے مقطانی کہلاتے ہیں۔ یعنی کے بعد اس کا بیٹا یشجب حکومت کا وارث بنا اور اس کے بعد عبد الشمس حکمران بنا۔ یہی عبد شمس ”سبا“ کے لقب سے ملقب ہے۔ قبیلہ سبا کے افراد کی مادری زبان عربی نہ تھی۔ انہوں نے یہ زبان علاقے میں پہلے سے آباد لوگوں سے سیکھی جنہیں عرب عاربہ اور عرب الباہدہ کہا جاتا تھا۔ وہ لوگ شامت اعمال کے باعث صفحہ ہستی سے مت گئے۔ اسی لیے قوم سبا کو العرب متعرجہ کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو جنگ وجدل سے کوئی سروکار نہ تھا بلکہ کار و بار اور تجارت ان کا محبوب مشغله تھا۔ معاشی بالادستی اور کار و باری قابلیت کی وجہ سے دور افتادہ علاقوں پر تسلط اور اثر و نفوذ قائم تھا۔ ان کی تجارتی سرگرمیاں سارا سال جاری رہتی تھیں۔ تجارتی بحری بیڑا بحرہ احمر کے مشرقی کنارے باب المندب سے مصر کے ساحل کے وسط تک وادی الحمامات تک چکر لگاتا تھا۔

ڈاکٹر فلپ ہٹی (Dr-philip hitti) تاریخ عرب میں لکھتے ہیں کہ:

”یہ علاقہ گنجان آباد تھا اور اس کی زمینیں دنیا کی زرخیز زمینیوں میں سے تھیں جہاں باغات کی کثرت تھی۔ جہاں ایسے درخت کثرت سے پائے جاتے تھے جن کی گوند سے مختلف خوشبودار بخور تیار ہوتے تھے۔ جیسے لوبان کرخہ اور مر وغیرہ۔ خوشبودار گوند پیدا کرنے والے ان درختوں کی حفاظت کے لیے قدرت نے یہاں ایسے سانپ بکثرت پیدا کر دیئے تھے جن کے قد چھوٹے تھے اور ان کے پر تھے۔ وہ کثیر تعداد میں درختوں کی ٹھہریوں سے لٹکتے رہتے تھے۔“ (بحوالہ ضياء النبی جلد 1 صفحہ 265)

ڈاکٹر فلپ ہٹی یونانی مورخ سڑابو کے حوالے سے ان علاقوں کی دولت و ثروت کا نقشہ اس طرح پیش کرتا ہے وہ لکھتا ہے:

وہاں شہر آباد تھے جن کے حسن و جمال میں عبادت گاہیں اور محلات اضافہ کر رہے تھے۔ یہاں کے رہنے والے دنیا کے تمام قبائل سے زیادہ دولت مند تھے۔ ان کے ہاں کھانے پینے کے ظروف اور چھپریاں کا نئے سونے چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ ان کے پلنگ، ان کے میز، ان کے مشروبات کے برتن بھی سونے اور چاندی سے مرصع تھے۔ ان کے گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں ہاتھی دانت اور سونے چاندی کے تاروں اور بیش قیمت موتیوں کے نقش و نگار سے مزین اور آرائستہ تھے۔ زراعت و تجارت کے علاوہ معدنی ذخائر ان کی دولتمندی کا ایک اور بڑا سبب تھا۔ خصوصاً یہاں کا سونا نہایت ہی صاف سترہ تھا۔ اسے صاف کرنے کے لیے مزید گلانے کی صعوبت برداشت نہیں کرنی پڑتی تھی۔

### سد مارب

یمن ایک پہاڑی علاقہ ہے یہاں کوئی دریا نہیں۔ سمندروں سے اٹھنے والے بادل یہاں بارش بر ساتے ہیں۔ اس زمانے میں موسم برسات میں فصلیں بارش کے پانی سے سیراب ہوتی تھیں۔ بارش کا فال تو پانی وادیوں اور گھاٹیوں کے ندی نالوں میں بہہ کر سمندر میں جا گرتا اور رضائع ہو جاتا تھا۔ سال کا بقیہ حصہ خشک سالی کا شکار رہتا۔ ملکہ بلقیس (بقول دیگر۔ ملک سبا) نے پانی کا ضیاء روکنے کے لیے اور زراعت کو ترقی دینے کی غرض سے ایک ڈیم (DAM) تعمیر کروایا جو آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی علم ہند سہ کے ان ماہرین کی مہارت اعلیٰ ظرفی اور ذہانت کو خراج تحسین پیش کرنے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ ڈیم مصر کے اسوان ڈیم سے مشابہ تھا۔ اسے سد مارب کا نام دیا گیا ہے۔

اس مقصد کے لیے یمن کے پہاڑی سلسلہ میں ایک ایسی وادی کا انتخاب کیا گیا جس کا پتھر گرینیٹ قسم کا تھا۔ اس کے سامنے گرینیٹ کے پتھروں کی بھاری سلوں کا ایک بہت بڑا بند تعمیر کیا گیا۔ پانی کے حسب نشاء نکاس کے لیے اوپر نیچے تین راستے بنائے گئے۔ اس کے

بالکل سامنے پانی کی ایک بہت بڑی جھیل تعمیر کی گئی۔ جب بارشیں ہوتیں تو وادیوں پہاڑی ڈھلوانوں سے پانی بہہ کر اس جھیل میں جمع ہو جاتا۔ جب جھیل بھر جاتی تو سب سے اوپر والے راستے کو کھول دیا جاتا۔ وہاں سے پانی گر کر حوض میں جمع ہو جاتا۔ یہاں سے بارہ نہریں نکالی گئی تھیں جو یمن کے وسیع و عریض علاقوں کو سیراب کرتی تھیں۔ جب پانی کی سطح نیچے ہو جاتی تو حسب حال پانی کے اخراج کے دوسرا اور تیسرا راستوں کو کھول دیا جاتا۔ ڈیم کی برکت سے سال بھر زراعت کے لیے پانی فراہمی سے مستیاب ہونے لگا۔ ساری زمین میں سربز و شاداب کھیت لہلہنانے لگے۔ باغات پروہ جو بن آیا کہ دیکھ کر زبان بے ساختہ سبحان اللہ کا ورد کرنے لگتی۔ اس زرعی انقلاب نے یمن کی کایا پلٹ دی اور اہل یمن کو ضروریاتِ زندگی میں خود کفیل بنادیا۔ سورہ سبا میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَا فِي مَسْكِنِهِمْ أَيَّهُجَّ جَنَّتِنَ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَاءِ لُكُوا  
مِنْ تِرْزُقٍ رَأَيْلُكُمْ وَأَشْكُرُ وَاللهُ طَبِيعَةٌ وَرَبُّ غَفُورٌ

”قوم سبا کے لیے ان کے مسکن میں رحمتِ الہی کی نشانی تھی دو باغ تھے جن کے سلسلے دائیں اور بائیں دور تک چلے گئے تھے۔ اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔ کتنا پاکیزہ ملک ہے جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ اور اس رب کی شانِ مغفرت کا اندازہ کون لگاسکتا ہے۔“ (سبا: 15)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الا زہری نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر ”ضیاء القرآن“ جلد سوم صفحہ 439 پر ”سبا شہر“ اور ”سدِ مارب“ کے حالات پر علامہ قزوینی کے حوالہ سے یوں روشنی ڈالی ہے:

علامہ قزوینی نے آثار البلاد میں اس کے متعلق یوں لکھا ہے:

”سبا ایک شہر کا نام ہے جسے سباب بن یشجب بن یعرب بن قحطان (یقطان) نے آباد کیا تھا۔ یہ شہر دفاعی لحاظ سے نہایت مستحکم اور گنجان آباد تھا۔ اس کی ہوا بڑی پاکیزہ اور پانی بہت میٹھا

تحاباغات کی کثرت تھی جن کے پھل بڑے لذیز تھے۔ طرح طرح کے حیوانات بکثرت پائے جاتے تھے۔ صفائی کا یہ حال تھا کہ مکھی مچھر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اردو گرد پہاڑوں کا سلسلہ تھا۔ بارش ہوتی تو پانی بہہ کر ریگستانوں میں ضائع ہو جاتا۔ ملکہ بلقیس کے عہد حکومت میں دو پہاڑوں کے درمیان ایک زبردست بند (DAM) تعمیر کیا گیا جس سے بارش کا پانی جمع ہو جاتا۔ اس بند کے پانی کے اخراج کے لیے اوپر نیچے کئی سوراخ تھے۔ حبِ ضرورت ان کو کھول کر پانی لے لیا جاتا جو مختلف نہروں کے ذریعے تمام علاقے کو سیراب کرتا۔ لوگ بہت خوشحال ہو گئے۔ خوشحالی اپنے ہمراہ فتن و فجور لے آئی۔ جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو قہر الٰہی سیلا ب کی صورت میں نمودار ہوا اور (سید مارب) ٹوٹ گیا اور پھر.....

### سیلِ عرم (سیل العرم)

اہل سما کو اللہ تعالیٰ کے بیکرال لطف و تنعم اور انعامات و نوازشات کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا لیکن انسان چونکہ فطرتاً ناشکرا واقعہ ہوا ہے۔ چنانچہ قوم سما شکر گزار ہونے کی بجائے خدا کو بھول کر سرکشی پر اتر آئی۔ خدائے بزرگ و برتر کی بجائے اس کے تخیلیق کردہ نہش و قمر کو پوچنے لگی۔ منعم حقیقی کے برعکس معبودانِ باطل کی پرستش و پوجا کرنے لگی دولت و شرودت کی فراوانی اور خوشحالی نے انہیں فتن و فجور میں بنتا کر دیا۔ ایک عورت بیک وقت کئی مردوں سے شادی کرتی۔ وہ لوگ اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے بدکاری کرتے۔ شراب پانی کی طرح پی جاتی۔ کھلی بے حیاتی اور کفرانِ نعمت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کا قہر و غضب ان پر ٹوٹ پڑا۔ تند و تیز موسلا دھار بارشیں کئی دنوں تک ہوتی رہیں۔ پانی پھروں کے مضبوط بند کے اوپر سے بہنے لگا۔ پانی کا ایسا تیز ریلا آیا کہ بند ٹوٹ گیا۔ اور گرینیٹ پھروں کی بڑی بڑی چٹانیں جن سے بند تعمیر کیا گیا تھا بارش کے پانی کا سیل بے در مان انہیں خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا اور تمام بستیوں اور شہروں کے نقوش مٹا دا لے۔ لہلہتے کھیت اور میوہ جات کے باغات تباہ و برباد ہو گئے۔ ساری سرسبزی و شادابی قصہ پارینہ بن کر رہ گئی۔

جہاں کبھی رنگ برلنے لذیز اور خوبصوردار پھل دعوتِ نظارہ دے رہے ہوتے تھے وہاں خاردار جھاڑیاں اور بول کے درخت اُگ آئے۔ شریں پھلوں کی جگہ کڑوے پھل والے درخت جھاؤ اور بیری کی جھاڑیاں اُگ آئیں۔ اس طرح سبا کی خوبصورت سلطنت صفحہ، ہستی سے ہمیشہ کے لیے نابود ہو گئی۔ قرآن کریم میں اہل سبا کے عبرت ناک انجام کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

فَأَعْرَضُوا فَإِنَّا عَلَيْهِمْ سَيِّلَ الْعَرِيرِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ  
ذَوَاتٍ أُكْلِيَ خُمُطٌ وَّأَثْلٌ وَّشَعْقٌ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝ ذَلِكَ جَزِّهِمْ  
إِنَّمَا كَفَرُوا طَوْهُلُ نُجُزٍّ إِلَّا الْكُفُورُ

”پھر انہوں نے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان پر ٹنڈ و تیز سیلاں بھیج دیا۔ ہم نے ان کے دو باغوں کو ایسے باغوں میں بدل دیا جن کے پھل ترش اور کڑوے تھے۔ اور ان میں جھاؤ کے بوٹے اور چند بیری کے درخت تھے۔ اور ہم نے ان کو یہ بدلہ بوجہ ان کی ناشکری کے اور سوائے احسان فراموشی کے ہم ایسی سزا کس کو دیتے ہیں۔“ (سبا: 16)

ایک قول یہ ہے کہ سیدہ مارب عبد شمس بن یعرب (جو سبا کے لقب سے مشہور ہے) نے تعمیر کروایا تھا دوسرا مشہور قول یہ ہے کہ اس شہرہ آفاق بند کو ملکہ بلقیس نے تعمیر کروایا تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہمیسر حکمران تھی۔ یہ وہ دور تھا جب قوم سبا یادا ہی سے غافل ہو کر کئی خداوں کی پوجا کرنے لگی تھی۔ اور شمس و قمر کی پرستش عام ہو گئی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں سورہ انمل میں اس کا ذکر کیا گیا ہے:

الرِّحْمَنُ الْخَتُومُ (اردو ص 44) میں مولانا صفائی الرحمن مبارک پوری (بھارت) نے تحریر کیا ہے کہ 115 ق م سے 300ء کے دور میں سبا کی مملکت پر قلبیلہ حمیر کو غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ اور اسی دور میں قوم سبا کا زوال شروع ہوا۔ رومیوں نے مصر و شام اور شمالی حجاز پر قبضہ کر کے ان کی تجارت کے بھری راستوں کو مخدوش کر دیا تھا۔ اور اس طرح ان کی تجارت رفتہ رفتہ

تابہ ہو گئی۔ قحطانی قبائل کی باہمی چیقلش کے باعث بہت سے قحطانی قبائل اپنا وطن چھوڑ کر ادھر ادھر پر اگنده ہو چکے تھے۔ الریق المختوم میں مزید تحریر ہے کہ 300ء کے بعد کا دور خلفشار کا دور ہے۔ یمن میں انقلاب آئے۔ خانہ جنگیں ہوئیں۔ غیر اقوام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا یہاں تک کہ اہل یمن کی آزادی سلب ہو گئی۔ اس عرصہ میں رومیوں نے عدن پر تسلط جمایا۔ خلفشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حبشیوں نے اہل رومہ کی مدد سے 340ء میں یمن پر قبضہ کر لیا جو کہ 378ء تک برقرار رہا۔ اس کے بعد ان کی آزادی بحال ہو گئی لیکن سدہ مارب میں غفلت اور عدم مرمت کے باعث اس میں رخنے پڑ گئے۔ بالآخر 450ء یا 451ء میں یہ بندوٹ گیا اور وہ عظیم سیلا ب آیا جس کو سلی عرم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں بستیاں ویران ہو گئیں اور بہت سے قبائل یمن سے نقل مکانی کر گئے اس المناک اور عبرت ناک سانحہ کو سامنے رکھ کر سوچنا ہو گا کہ وطن عزیز پاکستان جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے لئے یہ عطیہ خداوندی ہے۔ ہمارا پیارا وطن بیش قیمت خزانے اور ان گنت نعمتوں سے مالا مال ہے۔ خوبصورت پہاڑ ہیں جن کے سینوں میں کس قدر معدنیات اور خزانے ہیں۔ دریا ہیں جن پر بڑے بڑے ڈیم ہیں۔ بند اور بیراج ہیں جن سے نکالی گئی نہروں سے وطن عزیز کا وسیع علاقہ سیراب ہوتا ہے۔ لہلہتے کھیت باغات اور ہریالی کا منظر کس قدر سحر انگیز ہے۔ کون سا اناج ہے جو یہاں پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے ملک میں ہر سو چھلوں کے باغات میں دنیا کے مشہور اور لذیذ چھل آم کنوں مالٹا امرود پیچی سیب انگور انار بادام ناشپاتی خوبانی آڑو غیرہ پائے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم دنیا بھر کے مشہور بھکاری ہیں۔ یہ درست ہے ہم چاند سورج کے پیاری نہیں بلکہ ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم جنون کی حد تک دولت پرست ہوں پرست اور اقتدار پرست واقع ہوئے ہیں۔ ہمارے ملک کے لاکھوں فرزندانِ توحید ہر سال کعبہ کا طواف کرتے ہیں لیکن واٹ ہاؤس کے طواف کے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ دولت کی ہوں نے ہمیں اس قدر کر پٹ کر دیا ہے کہ الامان والحفیظ۔ قوم سبا کے ایک ڈیم ٹوٹنے سے

اس قدر تباہی مج سکتی ہے تو جس ملک میں درجنوں ڈیم اور بیراج ہوں خدا نخواستہ اگر کبھی یہ ڈیم ٹوٹ گئے تو.....؟

## یمن کی حمیری سلطنت

سہا (عبد شمس) کے انتقال کے بعد اس کی اولاد میں کہلان اور حمیر نے بہت شہرت پائی۔ ان میں حمیر بن بابلیون بن سہا بن یشجب بن یعرب بن محتطان (یمن) مملکت حمیر کا موسس اول بنا۔ یہ مملکت بحرہ قلزم (بحرہ احمر) اور سہا کے درمیان تھی۔ ان علاقوں کو پہلے قتبان کہا جاتا تھا۔ شروع میں اس مملکت کا ظہور قتبان کے علاقے میں ہوا۔ بعد میں قبیلہ حمیر نے آہستہ آہستہ سہا اور ریدان پر قبضہ کر لیا۔ الریق المختوم کے مطابق بنو حمیر کو مملکت سہا پر 115 ق م سے 300ء کے دوران غلبہ حاصل ہوا۔ انہوں نے مارب کی بجائے ریدان کو اپنادار السلطنت بنایا جو بعد میں ظفار کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ شہر اندر وہن یمن کا شہر ہے۔ جو راستہ صنعت کی طرف جاتا ہے اس پر ”مخا“ سے بجانب مشرق ایک سو میل کی مسافت پر واقع ہے۔ (ضیاءالنبی جلد 1 ص 271)

ریق المختوم کے مطابق اس شہر کے کھنڈرات آج بھی شہر ”ریم“ کے قریب

”مَدْوَر“ نامی پہاڑی پر پائے جاتے ہیں۔

بنو حمیر کی زبان وہی تھی جو پہلے دو قبائل معین اور سہا کی تھی۔

ریدان میں رہنے والے رؤسا اور نوابوں میں سے جو سب سے بڑا ہوتا اسے ذورِ ریدان (ریدان کا مالک) کہا جاتا تھا۔ جب انہوں نے مملکت سہا پر قبضہ کر لیا تو اسے ”ملک سہا ذورِ ریدان“ کہا جانے لگا۔

حمیری حکومت 640 سال تک قائم رہی (انداز 115 ق م سے 525ء تک)۔ اس عہد کو دو ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے دور میں حمیری حکمران خود کو ملک سہا ذورِ ریدان کہلواتے تھے جبکہ دوسرے دور میں اس مملکت میں حضرموت شامل ہونے کے بعد انہیں ملک سہا ذورِ ریدان و حضرموت کہا جاتا تھا۔

بقول علامہ شبیل نعماںی تاریخ کی کتب میں حمیر کے 26 نامور بادشاہوں کا تذکرہ ملتا ہے (سیرت النبی ﷺ جلد 1، صفحہ 115)

اس خاندان کا مشہور ترین بادشاہ شمری عش تھا۔ عرب موئخین کے مطابق اس نے عراق، فارس اور خراسان فتح کیے۔ دریائے جیحون کے پار صعد کے شہر بر باد کیے۔ یہی وہ نامور حمیری حکمران تھا جس نے ترکوں کے مرکز میں ایک نیا شہر آباد کیا جسے اپنے نام سے موسوم کرتے ہوئے سمرقند کا نام دیا۔

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الا زہری نے ضیاء النبی میں تحریر کیا ہے کہ شمری کے بعد اس کا بیٹا اقرن تخت نشین ہوا۔ پھر اس کا بیٹا کلیکرب بر سر اقتدار آیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا تبع تخت کا وارث بنا۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اہل ایمان میں سے تھا یعنی تبع آخر (اسعد ابی کرب)۔ تبع اول زید ہے۔ تبع اول زید بن عمرو ذی الادعاء بن ابرہہ ذالمنار بن الریش یا راش ہے۔ اور تبع آخر اسد ابی کرب بن کلیکرب بن زید ہے۔ (ابن ہشام جلد 1) ضیاء النبی میں مزید تحریر ہے کہ:

ان بادشاہوں میں ایک کا نام الحرش تھا جو حمیر کی پندرہویں پشت میں سے تھا۔ اس سے قبل ان کی حکومت یمن تک محدود تھی۔ یہ یمن سے نکلا اور گیر ممالک کو فتح کیا اور مفتوحہ علاقوں سے کثیر مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کا عہد حکومت 135 سال تک محيط ہے۔ اس نے اپنے اشعار میں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر بڑی عقیدت و محبت سے کیا ہے۔ اس کے شعر کا ترجمہ یہ ہے:

”حضرور ﷺ کا اسم گرامی احمد ﷺ ہے۔ کاش میری زندگی وفا کرے اور حضور ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد مجھے صرف ایک سال زندہ رہنے کی مہلت میر آجائے۔“

تبع کے بارے میں تحریر ہے کہ اس نے حضور نبی کریم ﷺ کا دین قبل از بعثت قبول کر لیا تھا اور حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آیا تھا اس کے چند اشعار کا ترجمہ پیش

خدمت ہے:

”میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر میری عمر نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری تک وفا کی تو میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا وزیر ثابت ہوں گا اور چھاڑا دبھائی کی طرح معاون و مددگار بنوں گا۔“

”کہ ذوالقرنین (سائزِ اعظم شاہِ فارس) مجھ سے پہلے گزرائے اور وہ مسلمان تھا۔ وہ بھی بادشاہ تھا کہ زمانے کے سارے بادشاہ اس کے تابع فرمان تھے۔ اور اس کے جھنڈے تلے جمع ہوتے تھے۔“

”اس کے بعد بلقیس کا دور آیا جو میری پھوپھی تھی۔ یہ اس وقت تک بادشاہ (ملکہ) رہی جب ہدہ سلیمان علیہ السلام کا مکتوب گرامی لے کر اس کے پاس آیا۔“  
(ماخذ از مفصل فی احوال العرب ج 2 ص 514)

بنو حمیر کا ایک اور نامور حکمران اسعد ابو کرب تھا۔ جس کا دور حکومت 385ء تا 420ء تھا۔ عرب موئزین کا خیال ہے کہ اس نے آذربائیجان پر حملہ کیا۔ شاہ ایران کو شکست دی اور اس نے سمرقند کے بادشاہ کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ اور پھر چین پر بھی حملہ آور ہوا اور بہت سامال غنیمت لے کر واپس ہوا۔ اس نے روما کا محاصراہ کر لیا یہاں تک کہ قسطنطینیہ کے بادشاہ نے اسے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اسی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ یثرب (مدینہ) پر حملہ آور ہوا (کیونکہ) اہل یثرب نے اس کا بیٹا قتل کر دیا تھا۔ وہاں سے وہ دو یہودی عالم لے کر واپس ہوا۔ پھر وہ ام القری (مکہ مکرمہ) آیا۔ وہ پہلا حکمران ہے جس نے خانہ کعبہ تعمیر کیا اور اس پر غلاف چڑھایا۔ اور وہ عرب ہے جس نے یہودی مذہب اختیار کیا۔

ابن ہشام نے سیرت النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کامل جلد اول میں لکھا ہے کہ تبان اسد ابی کرب یثرب آیا۔ بنو قریظہ کے دو یہودی علماء کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ ہذیل بن بدر کے نے تبع کو بیت اللہ پر حملہ کی ترغیب دی تاکہ وہ ہلاک ہو جائے لیکن یہودی علماء کے کہنے پر وہ بیت اللہ پر حملہ سے باز رہا۔ اس نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ طواف کیا اور سرمنڈ وایا اور قربانیاں

پیش کیں۔ اس نے خانہ کعبہ پر حف اور معافر (دو کپڑوں کے نام ہیں) کے غلاف چڑھائے۔ اس نے یمن سے مدینہ تک سڑک بھی تعمیر کروائی۔ اس نے اپنا لڑکا چھوڑا جسے انصار میں سے احمد نامی شخص نے قتل کر دیا تو اس نے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ تبع اسد ابی کرب کے لشکر اور انصار کے رئیس عمر و بن طلحہ کے درمیان مقابلہ ہوا تھا تاہم بنو قریظہ کے یہودی علماء نے اسے یثرب کو تباہ کرنے سے منع کیا کہ یہ شہر نبی آخر الزماں ﷺ کا دارالحجرت ہے۔ اس کے بعد وہ بنو قریظہ کے دو یہودی علماء کو لے کر مکہ آیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور غلاف چڑھایا۔ کعبہ تعمیر کیا۔ دروازہ بنوا�ا اور اس سے تالا لگوا�ا اور اس وقت کے کعبہ کے متولی بنو جرہم کو کعبہ کی حرمت کی بابت وصیت کی۔ جب وہ یمن آیا اہل یمن نے اسے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اہل یمن نے انصاف کے لیے آگ جلائی۔ یمن والے آگ میں جل گئے اور یہودی علماء نقش نکلے۔ اس طرح یمن میں یہودی مذہب کا آغاز ہوا۔ پھر یہودی علماء نے تبع کی اجازت سے سیاہ رنگ کے شیطان کو ہلاک کر دیا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ وہ ربیعہ بن نفر سے پہلے حکمران رہ چکا تھا۔ ربیعہ بن نفر کے بارے میں ابن ہشام نے لکھا ہے کہ وہ یمن کا حاکم تھا۔ اس نے ایک خواب دیکھا اور بہت پریشان ہوا۔ اس نے سطیح اور شق نام کے دو جو تشویں کو علیحدہ بلا کراپنے خواب اور اس کی تعمیر پوچھی۔ ان دونوں نجومیوں نے اسے بتایا کہ ایک آگ اٹھے گی جو یمن کی ہر چیز کو کھا جائے گی یعنی ملک یمن پر اہل جبشہ اس کی حکومت کے 60 یا 70 سال بعد قبضہ کر لیں گے جنہیں قوم ارم عدن سے نکل کر قتل کر دے گی اور وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بنو عدن کے لوگ (امت محمد یہ ﷺ) یمن کے حکمران بنیں گے۔ ان کی حکومت تا قیامت قائم رہے گی۔

اس نے شاہ فارس خرزاد کو لکھ بھیجا۔ شاہ فارس نے اس کے خاندان اور اہل بیت کو حیرہ میں سکونت کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد وہ مر گیا۔

حسان بن تبان اسد ابی کرب

تباں ابی کرب کے بعد اس کا لڑکا حسان بن تباں اسد ابی کرب یمن کا حکمران بنا تو وہ عرب و عجم کو فتح کرنے کے قصد سے نکلا۔ بھرین پہنچ کر اہل یمن اور بنو حمیر نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور اس کے خلاف اس کے چھوٹے بھائی عمر و بن تباں اسد ابی کرب کو اپنے ساتھ گانٹھ لیا۔ اور حسان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ذروع نامی شاعر نے عمر و کو باز رہنے کو کہا لیکن وہ نہ مانا اور حسان کو قتل کر دیا۔

### عمر و حاکم یمن

حسان کے قتل کے بعد عمر و یمن کا حکمران بنا۔ اس نے قتل کے سازشیوں کو ہلاک کروا دیا۔ صرف ذروع نامی شاعر بچا۔ عمر و کو بے خوابی کی بیماری لگ گئی اور اسی سے ہلاک ہو گیا۔

### الخَنِيْعَه

یہ حمیری تھا لیکن شاہی خاندان سے نہ تھا۔ عمر و کی موت کے بعد یمن میں خلفشار اور انتشار پھیل گیا۔ تو لوگوں نے الخنیعہ کو بادشاہ بناؤالا۔ یہ بڑا بدکار اور بدکردار ثابت ہوا۔ وہ شاہی خاندان کی عورت سے بدکاری کرتا اور شہزادوں سے لواطت کرتا۔ اس نے اس مقصد کے لیے ایک مکان مخصوص کر رکھا تھا۔ جب وہ بدکاری کر کے باہر آتا تو منه میں مسوک رکھ کر باہر آتا۔ اس کے باڑی گارڈ سمجھ جاتے کہ وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا ہے۔ شاہی خاندان میں ذنواس سب سے چھوٹا تھا۔ وہ حسان اور عمر و کا بھائی تھا۔ وہ بہت حسین اور کمال کا نازک اندام تھا۔ جس دن الخنیعہ نے اسے بلایا تو وہ جوتی میں چھپری چھپا کر لے گیا۔ اس نے اسی چھپری سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور سرکاث کر روشن دان میں رکھ دیا۔ اور مسوک اس کے منه میں رکھ کر باہر آگیا۔ اور باڑی گارڈ زکوساری بات بتا دی۔

### ذنواس شاہ یمن

یہ حسان اور عمر و بن تباں اسد ابی کرب کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کا نام ذرعہ تھا اور لوگ اسے یوسف کہتے تھے اس نے بدکار اور لوٹی الخنیعہ کو قتل کر دیا تو قوم حمیر اور قبائل یمن نے اسے یمن کا بادشاہ تسلیم کر کے اس کی بیعت کر لی۔ اس کا ذکر سورہ البروج میں کیا گیا ہے۔

## واقعہ احدود

نجران کے لوگ بت پرست تھے اور معاشی لحاظ سے بہت خوشحال تھے۔ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ نجران کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جہاں ایک جادوگر رہتا تھا۔ وہ نجرانیوں کو جادو سکھایا کرتا تھا۔ فیمون نامی ایک راہب آیا اس نے نجران اور اس گاؤں کے درمیان ڈریہ ڈال لیا۔ فیمون کے بارے میں ابن ہشام سیرت النبی ﷺ کا مل جلد اول میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ فیمون ایک عابد زاہد صاحب کرامات اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے وہ معمار تھے اور یہی ان کا کسب معاش کا ذریعہ تھا۔ جب ان کی کرامات کا لوگوں پر انکشاف ہو جاتا تو وہ وہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جاتے صالح نام کا ایک شخص ان کی کرامات سے مطلع ہو کر ان کے ساتھ ہو لیا اور اپنی عقیدت و محبت کا اظہار ان سے کیا۔ یہ دونوں شام چلے گئے اور لوگوں میں دعوتِ دین دینا شروع کی تو عربوں نے ان دونوں کو فروخت کر دیا۔ فیمون کو نجران کے ایک آدمی نے خرید لیا۔ وہ جب اپنے آقا کے گھر چراغ گل کر کے نماز تہجد پڑھنے لگتا تو چراغ روشن ہو جاتا۔ اس طرح اس کا ہر طرف چرچا ہونے لگا۔ اور لوگ دینِ مسیحیت میں داخل ہونے لگے۔

شہر میں جو لوگ جادوگر سے جادو سیکھنے جاتے تھے ان میں ایک تاجر کا بیٹا عبد اللہ بن تامر بھی تھا۔ اسے آتے جاتے راہب کی نماز اور عبادت وغیرہ دیکھنے کا موقعہ ملتا۔ وہ اس پر غور و خوذ کرتا اور اس کے دل میں اس کے مذہب (عیسائیت) کی سچائی جگہ کرتی جاتی۔ اس نے راہب کے پاس آنا جانا شروع کر دیا اور راہب سے مذہبی تعلیم بھی لینے لگا۔ کچھ دن بعد وہ راہب کے مذہب میں داخل ہو گیا اور اسلام قبول کر لیا۔ توحید کا پابند ہو کر ایک اللہ کی عبادت کرنے لگا اور علم دین اچھی طرح سیکھ لیا۔ وہ راہب اسمِ اعظم بھی جانتا تھا۔ عبد اللہ نے ہر چند کوشش کی کہ وہ اسے اسمِ اعظم بتا دے لیکن اس نے نہ بتایا اور کہہ دیا کہ ابھی تم میں اس کی صلاحیت نہیں آئی۔ ابھی کمزور دل والے ہو اور میں اس کی طاقت تم میں نہیں پاتا۔ عبد اللہ کے باپ تامر کو معلوم نہ تھا کہ اس کا بیٹا مسلمان ہو چکا ہے۔ عبد اللہ نے جب دیکھا

کہ راہب اسے اسمِ اعظم نہیں سکھاتا تو ایک دن انہوں نے تیر لیے اور اللہ کے جتنے نام نہیں یاد تھے ہر ہر تیر پر ایک ایک نام لکھا۔ پھر آگ جلا کر ایک ایک تیر کو اس میں ڈالنا شروع کر دیا۔ جب وہ تیر آیا جس پر اسمِ اعظم تھا تو وہ آگ میں پڑتے ہی اچھل کر باہر نکل آیا۔ آگ نے مطلق اس پر اثر نہ کیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہی اسمِ اعظم ہے۔ اپنے استاد کے پاس آئے اور انہیں بتا دیا کہ مجھے اسمِ اعظم کا علم ہو گیا ہے اور سارا واقعہ انہیں بتا دیا تو راہب نے فرمایا بھائی تم نے خوب معلوم کر لیا۔ واقعی یہی اسمِ اعظم ہے۔ اسے اپنے تک ہی رکھنا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم کھل جاؤ گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ نجران میں آئے اور جس بیمار دکھی اور ستم رسیدہ انسان پر نظر پڑی اس سے کہا کہ تم موحد بن جاؤ اور اسلام قبول کر لو تو میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ وہ تمہیں شفاء اور نجات دے گا۔ وہ اسمِ اعظم کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے تو بیمار صحت یاب ہو جاتا۔ چنانچہ نجرانیوں کے گروہ کے گروہ روزانہ اسلام قبول کرنے لگے۔ بادشاہ کو معلوم ہوا تو بلا کردھم کایا۔ کہ تم نے میری رعایا کو بگاڑ دیا ہے۔ میرے اور میرے آبا اجداد کے دین پر حملہ کیا ہے۔ میں تیرے ہاتھ پاؤں کٹوادوں گا۔ عبد اللہ نے کہا کہ تو ایسا نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے اسے پہاڑ سے گرا یا مگر زخم تک نہ آیا۔ شوریدہ سر دریاؤں کے گرداب کی جگہ ڈالا مگر کچھ نہ ہوا۔ غرض ہر حرثہ آزمایا لیکن عبد اللہ سلامت رہے۔ بادشاہ عاجز آگیا۔ عبد اللہ نے کہا اے بادشاہ سن تو میرے قتل پر کبھی قادر نہ ہو گا۔ ہاں اگر تو میرا دین مان لے اور خدا کی عبادت کرنے لگے تو پھر تو مجھے قتل کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اس نے حضرت عبد اللہ کا بتایا ہوا کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو کر جو لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی اس سے عبد اللہ کو مارا جس سے کچھ معمولی سی خراش آئی اور اسی سے آپ شہید ہو گئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ان پر رحمتوں کی بارش کرے۔ اس کے بعد بادشاہ بھی مر گیا۔ لوگ سمجھ گئے کہ یہی دین سچا ہے اور برحق ہے۔ چنانچہ نجران کے تمام لوگ مسلمان (یسائی) ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے دین پر قائم ہو گئے اور وہی مذہب اس وقت برحق تھا۔ ابھی حضور ﷺ کی نبوت کا ظہور نہ ہوا تھا۔ پھر ایک زمانہ بعد ان میں بدعتیں پیدا ہو نے لگیں۔

دین حق کا نور چھن گیا۔ یہ تھا اصل سبب نجران سے عیسائیت پھینے کا۔ ابن کثیر نے سورہ البروج کی تفسیر میں محمد بن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہء خلافت میں ایک نجرانی نے بخرا اور غیر آباد زمین کھو دی تو دیکھا کہ عبد اللہ بن تامر رحمۃ اللہ علیہ قبر میں بیٹھے ہیں۔ ان کا ہاتھ دخم پر ہے۔ ہاتھ ہٹایا جاتا ہے تو دخم سے خون بہنے لگتا ہے۔ ہاتھ چھوڑ دیا جاتا ہے تو خود بخود دخم پر چلا جاتا ہے اور خون بہنا بند ہو جاتا ہے۔ اس کی انگلی میں انگوٹھی تھی جس پر لکھا تھا ربِ اللہ میر اربِ اللہ ہے حضرت عمر یہودی کی خبر ملی تو آپ نے حکم دیا کہ قبر کو اسی مٹی سے بند کر کے نشان مٹا دیا جائے۔

### ذنواس یہودی کا نجران پر حملہ

یمن کے آخری حمیری بادشاہ نے نجران پر حملہ کر دیا۔ اور اہل نجران پر غلبہ پایا۔ اس نے نجران میں اعلان کروادیا کہ عیسائیت سے تائب ہو کر یہودی مذہب اختیار کر لو ورنہ انہیں جلا دیا جائے گا۔ انہوں نے عیسائیت کو برحق جانا اور یہودی مذہب اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ذنواس یہودی نے خندقیں کھدوائیں اور ان میں آگ جلانی اور اہل نجران کو ان میں ڈلوا کر جلا دیا۔ بعض کے ہاتھ پاؤں کٹوڑا لے۔ 20 ہزار نجرانی جلائے گئے۔ اس واقعہ کو واقعہ احمدود کہا جاتا ہے اور اس کا ذکر قرآن میں سورہ البروج میں آیا ہے۔ یہ واقعہ 523ء کو ظہور پذیر ہوا۔ ایک شخص دوس ثعلبان گھوڑے پر سوار ہو کر قیصر روم کے پاس پہنچا اور قیصر روم نے جب شہ کے نجاشی کو یمن پر حملے کا حکم دیا چنانچہ 70 ہزار جوشی لشکر کو اریاط کی قیادت میں یمن پر حملے کے لیے بھیجا گیا۔ اریاط کے ساتھ اس کا معاون ابرہہ بھی تھا۔ 525ء کو جوشہ کی فوج نے یمن پر قبضہ کر لیا۔ ذنواس بھاگ نکلا لیکن پانی میں ڈوب کر مر گیا۔ پھر اریاط اور ابرہہ میں ٹھنگئی اریاط مارا گیا اور ابرہہ کا لب کٹ گیا۔ اسی لیے اسے ابرہہ اثرم (لب کٹا) کہتے ہیں۔

پھر اسی ابرہہ نے نجران میں کعبہ نجران (کلیسا) تعمیر کروایا تاکہ عربوں میں کعبۃ اللہ کی اہمیت گھٹ جائے۔ اسی ابرہہ نے بیت اللہ کو گرانے کے لیے ایک بڑے لشکر کے ساتھ

مکہ پر چڑھائی کر دی۔ اس لشکر کو قرآن میں اصحابِ فیل کا نام دیا گیا ہے۔ وادیِ عسر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سمندر کی طرف سے ابabilوں کے غول کے غول نمودار ہوئے جن کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں ان پرندوں نے اصحابِ فیل پر کنکریاں برسانا شروع کر دیں جس سے لشکر اور ان کے ہاتھی تباہ ہو گئے۔ پھر لشکر میں چیچک کی بیماری پھوٹ پڑی جس سے ابرہہ کی سپاہ عذابِ الیم سے دو چار ہو کر ہلاک ہو گئی۔ ابرہہ بڑی مشکل سے بھاگ کر دار الحکومت صنعت پہنچا اور وہاں جا کر تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ ابرہہ کی ہلاکت کے بعد اس کا لارڈ کا یک سوم یمن کا حکمران بنا اور پھر مسروق۔ ان دونوں نے اہل یمن کو ظلم و عتاب کا نشانہ بنایا۔

### سیف ذی یزن حمیری

سیف ذی یزن جورو ستم کی فریاد لے کر قیصر روم کے دربار میں پہنچا اور درخواست کی کہ وہ جہشیوں کو یمن سے نکل جانے کا حکم دے تو اہل یمن اسے اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن قیصر نے یہ درخواست مسترد کر دی۔ سیف ذی یزن پھر فریاد لے کر شاہ حیرہ منذر بن ماء السماء کے پاس گیا جو شاہ ایران کا باجگذار تھا۔ منذر نے اسے کسری ایران نوشیروان (531ء تا 572ء) کے پاس بھیج دیا۔ شاہ ایران نے جواب دیا کہ اس ملک پر حملہ کرنے سے کیا حاصل ہے یہاں صرف اونٹ اور بکریاں ہیں۔ اس نے سیف ذی یزن کو خلعت پہنائی اور دس ہزار درہم بھی عطا کیے۔ سیف نے غصے میں آ کر یہ درہم زمین پر پھینک دیے۔ کسری ایران کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے سیف کو سزادینے کی غرض سے دربار میں بلایا۔ اور پوچھا کہ تو نے میرے جیسے ذی شان شہنشاہ کے عطیہ کو زمین پر بکھیر دیا۔ سیف نے کہا مجھے عطیہ کی ضرورت نہیں۔ میرے ملک کے پہاڑ سونے چاندی کے ہیں۔ کسری کے منہ میں پانی بھرا آیا۔ اس نے ایک پیر فرتوت واہرز کی قیادت میں آٹھ سو قیدی آٹھ کشتیوں پر یمن روانہ کیے۔ دو کشتیاں تباہ ہو گئیں۔ اس طرح صرف چھ سو قیدی ساحل پر اترے۔ اہل یمن نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔ اور ان سے مل کر جہشیوں کا قتل عام کیا اور

ان کو شکستِ فاش دی۔ شاہ ایران نے اس کامیابی پر یمن کا تاج و تخت سیف کو عطا کیا۔ اور واہرز کو واپس بلا لیا۔

یمن پر سیف ذی یزن کی حکومت قائم ہونے پر عربوں کے وفواد ان کو مبارک باد دینے کے لیے آئے۔ مکہ کے سردار عبدالمطلب بھی سردار ان قریش کے ہمراہ سیف ذی یزن کے دربار میں مبارک باد دینے پہنچے۔ سیف نے ان کی بڑی تکریم کی اور ایک ماہ تک مہمان بنائے رکھا۔ اور عبدالمطلب کو خلیلہ میں حضور ﷺ کی نبوت کی بشارت دی اور نشانیاں بتائیں کہ آپ ﷺ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان بالوں کا گچھا ہو گا۔

سیف ذی یزن نے کچھ عرصہ حکومت کی۔ اس نے تمام جبشیوں کو قتل کر ڈالا۔ ان میں ایک جبشتی نے موقع پا کر اپنی قوم کے قاتل سیف ذی یزن کو قتل کر ڈالا۔

رجیق المختوم میں لکھا ہے کہ سیف ذی یزن کے بیٹے معدی کرب کی قیادت میں جبشیوں کو ملک سے نکال باہر کیا اور اہل یمن نے ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے معدی کرب کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ یہ واقعہ 575ء کا ہے آزادی کے بعد معدی کرب نے کچھ جبشیوں کو اپنے دربار میں ملازم رکھ لیا۔ یہ شوق مہنگا ثابت ہوا۔ ان جبشیوں نے ایک دن دھوکے سے معدی کرب کو قتل کر کے ذی یزن کے خاندان سے حکمرانی کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل کر دیا۔

شاہ ایران کو اس کا علم ہوا تو اس نے واہرز کو چار ہزار فوج کے ہمراہ یمن بھیجا۔ واہرز نے یمن کی حکومت سن بھال لی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا ”مرزبان“ وہاں کا گورنر بنا اور اس کے بعد واہرز کا پوتا خرخرہ بن الیخان بن مرزبان بن واہرز از خود یمن کا بادشاہ بن بیٹھا۔ کسری اس سے ناراض ہو گیا اور اس سے واپس بلا لیا تاکہ اس کا کام تمام کر دے لیکن ایک ایرانی سردار کی سفارش پر اس سے معاف کر دیا گیا۔ اور باذان کو یمن کا گورنر بنادیا گیا۔ یہی آخری ایرانی گورنر تھا جس نے 628ء میں اسلام قبول کر لیا تو یمن سلطنتِ اسلامیہ کا حصہ بن گیا۔

## کیا بنو قحطان بنو اسماعیل علیہ السلام سے ہیں؟

اس موضوع پر علماء انساب میں اختلاف پائے جاتے ہیں اس ضمن میں نہ علماء انساب کی پیروی کی جائے گی اور نہ ہی ان کی مخالفت کا راستہ اپنایا جائے گا۔ یہاں یہ امر ضروری ہے کہ پہلے عرب اقوام اور طبقات پر مختصری روشنی ڈالی جائے۔ یہ حقیقت ہے تمام عرب سام بن نوح کی اولاد ہیں۔ تمام عربوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

### 1- عرب عاربہ یا بائندہ

عرب کے قدیم باشندوں کو عرب عاربہ یا بائندہ کہا جاتا ہے۔ عرب کے قدیم قبائل مثلاً عاد، ثمود، عبیل، عمالقه، طسم، جدليس، امیم، جرم، حضرموت، حضور عبد ختم وغیرہ یہ سب لاوز بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ ان کی حکومتیں یعرب بن قحطان نے ختم کی تھیں۔

### 2- عرب المتعربہ

یہ قحطان کی نسل سے تھے۔ ان کا وطن یمن تھا۔ ان کی دو مشہور شاخیں بنو جرم اور یعرب تھیں۔ یعرب کی اولاد سے کہلان اور حمیر تھے۔ قحطان پہلا شخص تھا جس نے عربی زبان سیکھی۔ اس لیے انہیں متعربہ بھی کہا جاتا ہے یعنی جس کی مادری زبان عربی تھی۔

### 3- عرب المستعربہ

یعنی وہ لوگ جن کی مادری زبان عربی نہ تھی انہوں نے بنو جرم سے عربی سیکھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب المتعربہ یعنی اولاد قحطان اور عرب المستعربہ اولاد اسماعیل علیہ السلام دو الگ الگ قبائل تھے۔

لیکن مشہور ماہر انساب زیر بن بکار بنو قحطان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ان کا نسب نامہ یہ بتاتا ہے:

قططان بن ہمیسہ بن تیم بن نبت بن اسماعیل۔ ضیاء النبی جلد دوم (ص 571) میں زیر بن بکار کی تائید میں صحیحین کی حدیث جس کے راوی ابو ہریرہ ہیں پیش کی ہے۔ منقول ہے:

وَتِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَا إِلَّا سَمَاءٌ

”اے بنی مالسماء کے بیٹو! حضرت حاجہ تمہاری ماں ہیں۔“

مالسماء عامر کا لقب ہے جو اوس وخرج کا جدید امجد ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِي يَتَرَجَّحُ فِي نَقْدِي

”میری تحقیق کے مطابق بھی یہی قول (یعنی قحطان کا اولاد اسماعیل سے ہونا) راجح ہے۔“

بخاری شریف باب 357 حدیث نمبر 721 میں بھی اس کی تائید کی گئی ہے۔

اسلم اور بنو خزانہ کے قبیلے باہم تیراندازی میں مقابلہ کر رہے تھے کہ سرور کائنات ﷺ ان کے پاس سے گزرے فرمایا:

أَرْمُوا يَابْنِي إِسْمَاعِيلَ

”اے بنی اسماعیل کے بیٹو! خوب تیراندازی کرو۔“

قبیلہ بنی اسلم اور خزانہ قحطانی تھے۔

ابن ہشام نے ان روایات کو بنیاد بنا کر لکھا ہے کہ یعرب بن قحطان کو یمن بھی کہتے ہیں اور اس کے نام سے ملک یمن موسوم ہوا اور وہ اولاد اسماعیل سے تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ عابر بن شانخ بن ارفشد بن سام بن نوح کا بیٹا اور قانخ اور یقطن کا بھائی تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یقطن کا مغرب، ہی قحطان ہے یعنی یقطن، ہی قحطان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یمن بن قیدار بن اسماعیل کا بیٹا قحطان ہے۔ مولانا نجیب شاہ خاں اکبر آبادی تاریخ اسلام جلد اول میں اس موضوع پر لکھتے ہیں کہ قحطان اگر اسماعیل کی اولاد ہے تو پھر سارے اہل عرب بن اسماعیل ثابت ہوتے ہیں کیونکہ دو ہی شخص عدنان اور قحطان تمام قبائل عرب کے مورث اعلیٰ ہیں مگر زیادہ محقق اور قابل قبول قول یہی ہے کہ قحطان اور یقطن ایک ہی شخص کے نام ہیں اور قحطانی قبائل بنی اسماعیل نہیں ہیں۔

اس موضوع کے اختتام پر مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی تاریخ اسلام جلد اول سے اخذ شدہ (1) نسب نام بنی سام (2) نسب نامہ بنی قحطان اور (3) شجرہ نسب بنی عدنان دیا

گیا ہے تاکہ حقائق سے آگاہی ہو سکے۔

اس بحث کے بعد مزید تاریخی شواہد اور حقائق پیش کیے جاتے ہیں۔ کتب تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام ملک عراق سے ہجرت فرمائیں گے پھر فلسطین میں اسیع کے مقام پر سکونت اختیار کی اور پھر ”قط“ کے مقام کو اپنا مسکن بنایا۔ آپ اپنی مصری بیوی حضرت حاجہ علیہ السلام اور اپنے نومولود فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم ربی سے وادی ام القری (مکہ) کے بے آب و گیا میدان میں ایک مشکیزہ پانی اور تھوڑی سی کھجوریں دے کر چھوڑ آئے تھے۔ جب پانی کا مشکیزہ ختم ہوا تو بسیار کوشش کے باوجود حضرت حاجہ کو پانی نہ ملا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے کی جگہ سے قدرت نے پانی کا چشمہ جاری کر دیا جو چاہ زم زم کھلاتا ہے۔ حضرت حاجہ علیہ السلام اور ان کے فرزند اس چشمے کے قریب قیام پذیر ہو گئے تو وہاں بنو جرہم کا قبیلہ آبسا جو یمن سے نقل مکانی کر کے شام جا رہا تھا۔ بنو جرہم بنو قحطان کی ایک شاخ ہے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پندرہ سال کے ہو گئے تو ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ مولانا اکبر شاہ خاں تاریخ اسلام جلد اول میں رقم طراز ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مکہ سے شام نقل مکانی کا ارادہ کر لیا تو بنو جرہم نے انہیں روک لیا عماقہ کے قبیلے کی ایک خاتون (بروایت دیگر بنو جرہم کی ایک خاتون) سے ان کی شادی کر دی لیکن بعد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کو طلاق دے دی۔ اکثر کتب تاریخ میں درج ہے کہ اس بیوی کو طلاق دینے کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنو جرہم کی ایک اور خاتون سے شادی کر لی۔ ان کا نام سیدہ بنت مضاض بن عمرو تھا جن کے بطن سے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ ضیاء النبی جلد دوم ص 394 پر جمیں پیر محمد کرم شاہ الازہری رقم طراز ہیں کہ سیدہ بنت مضاض بن عمرو والجرہمی کے بطن سے جو بارہ بیٹے تولد ہوئے ان کے نام نابت، قیدر (قیدار)، اوبل (اوبال)، میشا، (میشان) (سمع، دما، ماس، ادو، وطور، نفس، ٹھما اور قیدمان ہیں (ماخذ تاریخ طبری)

آپ کی عمر پنیتیس برس کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالمیق اور قبائل یمن کے لیے

نبی بنا کر مبیوث فرمایا یہاں یہ نکتہ واضح کر دینا ضروری ہے قبائل یمن یعنی بنو قحطان بہت پہلے موجود تھے اور اس وقت یمن میں آباد تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالمیق اور قبائل یمن کے لیے نبی بنا کر مبیوث فرمایا۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ قبیلہ بنو جرہم یمن سے مکہ آ کر آباد ہوا۔ اور بنو جرہم بنو قحطان کا ایک قبیلہ تھا تو پھر بنو قحطان بنو اسماعیل سے کیسے ہوئے؟ یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی زبان بنو جرہم سے سیکھی تھی۔ اور عربی بنو قحطان کی زبان تھی جو انہوں نے العرب بائیہ سے سیکھی تھی جو عرب کی قدیم اقوام میں سے تھے اور قحطان کے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہو چکا تھا اور مرد ریز مانہ کے ساتھ ان کا نام و نشان باقی نہ رہا تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایک بیٹی بھی تھیں جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے چھوٹے بھائی (جو چودہ سال چھوٹے تھے) اسحاق علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ ان کی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے (عیصو) سے کریں۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الا زہری نے اپنی معرکۃ الارا کتاب ضیاء النبی میں سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور عدنان کے درمیان جتنی پشتیں ہیں ان کا ذکر کرنے سے اجتناب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے بارے میں ہمارے پاس ایسی معلومات نہیں جن کی صداقت پر اعتماد کیا جاسکے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ان اجداد کے حالات کا سرسری تذکرہ کیا ہے جو عدنان اور عبد اللہ کے درمیان ہیں۔

### شجرہ نسب بنی سام

کیونکہ اس شجرہ کو خود سید الابرار ﷺ نے بیان فرمایا ہے اور ان کی صحت کے بارے میں شک کی گنجائش نہیں سرکار دو عالم ﷺ جب خود اپنا شجرہ نسب بیان فرماتے تو عدنان پر ختم کر دیتے اس سے آگے تجاوز نہ فرماتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شجرہ نسب عدنان تک بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس سے اوپر کا ہمیں علم نہیں۔ (بحوالہ الروض الانف جلد 1 ص 11)

رَوِيَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا تَنْتَسِبُ إِلَى  
عَدْنَانَ وَمَا فَوْقَ ذَلِكَ لَا نَدْرِي مَا هُوَ

جب حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام خاندان نبوت کا شجرہ حضرت عدنان تک بیان  
کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تو ہم بھی اس بحث کو اسی نکتے پر ختم کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ  
السلام اور حضرت نوح علیہ السلام تک شجرہ ہائے نسب کے لیے تاریخ طبری ملاحظہ فرمائیں۔

## باب 2

## اہل یمن کے فضائل

خیر التابعین خواجہ قرآن حضرت اولیسؒ کے پیارے دلیس (یمن) کی تاریخ بیان کرنے کے بعد آپؐ کے اہل وطن (اہل یمن) کے فضائل اور مناقب ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں پیش کیے جاتے ہیں۔

۹ھ میں عرب کے اطراف و اکناف سے رسالتِ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ابن ہشام کے بقول ایک سوچارہ فود حاضر ہوئے اس سال کو عام الوفود کا نام دیا گیا ہے۔  
اشعر یوں کا وفد

اسی سال اشعر یوں کا ایک وفد سرورِ نبیاء ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مہربان ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک ایسی قوم آنے والی ہے جن کے دل تم سب سے زیادہ ریقق اور نرم ہیں۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے کچھ دن بعد اشعر یوں کا وفد مدینہ طیبہ میں وارد ہوا۔ اس وقت وہ لوگ رجز پڑھ رہے تھے: ”کل، ہم اپنے پیارے دوستوں سے ملاقات کریں گے یعنی محمد عربی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے۔“

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنایا:

جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرْقُ أَفْئَدَةَ وَأَضْعَفُ قُلُوبًا وَالْإِيمَانَ  
يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلٍ وَالغَنَمِ وَالْفَخْرُ  
وَالْخُيَالَاءُ فِي الْفِدَا دِينَ مَنْ أَهْلِ الْوَبْرِ قَبْلَ مَطْلَعِ الشَّمْسِ  
”اہل یمن آگئے ہیں۔ ان کے دل بڑے نرم اور ریقق ہیں۔ ایمان بھی اہل یمن

کا ہے اور حکمت و دانائی بھی یمنیوں کا حصہ ہے۔ سکینت اور طمانتیت بکریاں پالنے والوں کا شیوه ہے۔ اور اونٹوں کے مالکان میں فخر و تکبر زیادہ ہوتا ہے اور ان کا مسکن مشرق ہے۔“

اسی حدیث کو مشکواۃ شریف (مظاہر حق جدید شرح مشکواۃ جلد پنجم) میں الفاظ کی کمی

بیشی سے اس طرح تحریر کیا گیا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هَرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَاكُمْ أَهْلَ الْيَمَنِ هُوَ أَرَقُّ أَفْئَدَةً وَالَّذِينَ قُلُوبُهُمْ أَلَيْمَانٌ يَمَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخِيَالُ فِي أَصْحَابِ الْأَبْلِ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ (متفق علیہ)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ (جب یمن سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کے لوگ خدمت رسالت پناہ میں حاضر ہوئے تو) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (لوگو) تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے ہیں جو (تمہارے پاس آنے والے اور لوگوں کی بہ نسبت) زیادہ رقيق القلب اور زیادہ نرم دل ہیں۔ ایمان یمن کا ہے اور حکمت (علم) بھی یمنی ہے اور فخر (یعنی اپنے مال و منصب وغیرہ کے ذریعے اپنی بڑائی مارنا) اور تکبر کرنا اونٹ والوں میں ہے جبکہ طمانتیت و سکینت اور وقار بکری والوں میں ہے۔“

یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی مذکور ہے (حدیث نمبر 1869)

ترمذی شریف حدیث نمبر 1870 میں احمد بن منبع، زید بن حباب، معاویہ بن صالح، ابو مریم انصاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ملک و حکومت قریش میں فیصلہ کرنا انصار میں اذان جبشہ میں امانت ازد (یمن) میں ہے۔“

ترمذی شریف حدیث نمبر 1871: محمد بن بشار، عبدالرحمٰن بن مہدی، معاویہ بن صالح ابی مریم انصاری سے اسی کے ہم معنی مذکور ہے لیکن مرفوع نہیں ہے۔۔۔ یہ زید بن حباب سے اصح ہے۔

ترمذی شریف حدیث نمبر 1872: عبدالقدوس بن محمد عطار، صالح بن عبدالکبیر بن شعیب، عبدالسلام بن شعیب بواسطہ والد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ازد (یمن والے) زمین پر اللہ کے مدگار ہیں لوگ چاہتے ہیں کہ انہیں گردیں لیکن اللہ ان کو بلند کرنا چاہتا ہے اور لوگوں پر یقیناً ایسا زمانہ آئے گا جب آدمی کہے گا کاش میرا باپ ازدی ہوتا۔ کاش میری ماں ازدی ہوتی۔“ یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو اسی طریق سے پہنچاتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی اسناد کے ساتھ یہ حدیث موقوف بھی مروی ہے یہ ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

ترمذی شریف حدیث نمبر 1873: عبدالقدوس بن محمد عطار، محمد بن کثر، مہدی بن میمون حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ازدیوں سے نہیں تو آدمیوں میں سے نہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

”خدا یا ہمیں ہمارے (ملک) شام میں برکت عطا فرم اور ہمیں ہمارے (ملک) یمن میں برکت عطا فرم۔“

یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہمارے خند کے بارے میں بھی دعا فرمائی تاکہ ہمیں اس علاقے کی طرف سے بھی برکت حاصل ہو لیکن حضور ﷺ نے پھر یہی دعا فرمائی۔ خدا یا ہمیں شام میں برکت عطا فرم۔ خدا یا ہمیں ہمارے یمن میں برکت عطا فرم۔ صحابہ نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے خند کے

بارے میں بھی (یہی دعا فرمائیے) راوی کہتے ہیں کہ میراگمان یہ ہے کہ (تیسرا بار) آنحضرت ﷺ نے (پھر انہی الفاظ میں دعا کی۔ اور نجد کے بارے میں) فرمایا! وہاں زلزلے ہوں گے۔ فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے (شرح مشکواۃ مظاہر حق جدید)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ نے یمن کی سمت نظر اٹھائی اور یوں دعا فرمائی:

”خدا یا اہل یمن کے دلوں کو متوجہ فرم۔ ہمارے صاع اور مد (وزن کے پیانے) میں ہمارے لیے برکت عطا فرم۔“ (رواہ ترمذی)

مظاہر حق جدید جلد چشم میں علامہ نواب قطب الدین خاں دہلوی نے اس حدیث کی شرح یوں فرمائی ہے کہ صاع اور مد اس وقت کے (وزن) کے پیانوں کے نام ہیں جن کے ذریعے غلہ کالین دین ہوتا تھا صاع میں تقریباً تین سیر (سو تین کلوگرام) غلہ آتا تھا اور مد میں ایک چوتھائی۔ یہاں صاع اور مد سے مراد غلہ میں برکت ہے۔ تو رپشی رحمتہ اللہ علیہ نے اس دعا کی وضاحت یہ کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کے حق میں دعا فرمائی کہ وہ اپنا طن چھوڑ کر مدینہ پہنچے آئیں۔ چونکہ ان کی تعداد زیادہ تھی اور آپ ﷺ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اتنے زیادہ لوگوں کے آجائے سے مدینہ کی معاشی حالت اور زیادہ تگ وختہ ہو سکتی ہے اس لیے آپ ﷺ نے اہل مدینہ کی غذا تی ضرورت یعنی غلہ میں برکت کی دعا فرمائی تاکہ اہل مدینہ کو بھی معاش کی فراخی ہو اور ان لوگوں کو بھی جو ہجرت کر کے مدینہ آنے والے ہوں۔ اور اس طرح نہ تو اہل مدینہ نئے آنے والوں کی وجہ سے تگ و پریشان ہوں اور نہ ان لوگوں کے لیے مدینہ کا قیام دشواری اور پریشانی کا سبب بنے جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔

ضیاء النبی جلد چہارم ص 698 پر ضیاء الامت جسش پیر محمد کرم شاہ بخاری شریف کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قبیلہ بنی تمیم کے چند افراد حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں

حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں فرمایا! اے بنی تمیم آپ کو بشارت ہو۔ انہوں نے کہا۔ آپ ﷺ نے ہمیں بشارت دی ہے تو مال و دولت بھی دیجئے۔ ان کی اس مادہ پرست ذہنیت کے پیش نظر آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی رنگت تبدیل ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اہل یمن کا ایک وفد آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے بنی تمیم کو بشارت دی لیکن انہوں نے اس بشارت کو قبول نہیں کیا۔ میں اب تمہیں بشارت دیتا ہوں۔ تم اسے قبول کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم بصد شوق حضور کی دی ہوئی بشارت قبول کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہمیں بتائیے کہ اس کائنات کی تخلیق کی ابتداء کیسے ہوئی؟ فرمایا کہ پہلے صرف اللہ کی ذات مقدسہ ہی تھی اس کے علاوہ کوئی اور چیز موجود نہ تھی۔ اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے ہر چیز کو لوح محفوظ میں تحریر کر دیا ہے۔

یہ شرفِ قبولیت اس قدر ارزانی سے انہیں (اہل یمن) کیوں بخشنا گیا؟ اس بارے میں شیخ ابو زہرہ لکھتے ہیں:

”حضور ﷺ کے اولین جاں شارمندینہ منورہ کے دو قبائل اوس و خزر ج تھے جن کا اصل وطن یمن تھا۔ حضور اکرم ﷺ کو ان کے اسلامی جذبہ کے باعث ان سے قبلی محبت تھی کیونکہ ان کا آبائی وطن یمن تھا۔ اس لیے حضور ﷺ کے قلب مبارک میں یمن کے خطہ اور اس میں بنے والے تمام وہاں کے باشندوں کے لیے بڑی محبت کے جذبات موجز تھے۔“

### وفد ازاد

علامہ ابو زہرہ نے ”خاتم النبیین“ میں لکھا ہے کہ یہ وفد دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ حضور اکرم ﷺ ان کی شکل و صورت اور صاف و پاکیزہ لباس کو دیکھ کر بڑے متوجہ ہوئے۔ پوچھا تم کون ہو؟ عرض کی ہم ایماندار قوم ہیں۔ ان کا جواب سن کر آپ مسکرائے اور ان سے دریافت کیا کہ ہربات کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے تمہارے اس قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہمارے قول وایمان کی حقیقت وہ پندرہ

خصلتیں ہیں جن پر ہم عمل پیرا ہیں۔ ان میں پانچ وہ ہیں جو آپ ﷺ کے قاصدوں نے ہمیں سیکھائی ہیں۔ پانچ وہ ہیں جو حضور ﷺ نے سکھائی ہیں اور پانچ وہ ہیں جن پر ہم زمانہ جاہلیت میں بھی عمل پیرا تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جو میرے قاصدوں نے سکھائی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ حضور ﷺ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا تھا کہ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، یوم قیامت پر اور تقدیر پر ایمان لاَیں۔ پھر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جو تم نے مجھ سے سیکھی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس بات کا اقرار کریں کہ لاَ الہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، ماہِ صیام کے روزے رکھیں اور استطاعت ہوتوجح ادا کریں پھر حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جن پر تم زمانہ جاہلیت پر عمل پیرا تھے۔ عرض کیا خوشحالی کے زمانہ میں شکر ادا کریں اور مصیبت کے زمانہ میں صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑیں اللہ کے ہر فصلے پر راضی رہیں، دشمن سے مقابلہ کرتے وقت ثابت قدم رہیں اور دشمن کو اس کی مصیبت پر مطعون نہ کریں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "حُكَّمَاءُ عُلَمَاءُ"

"یہ بڑے دانشمند عالم ہیں۔" پھر فرمایا میں پانچ خصلتوں کا مزید اضافہ کرتا ہوں تاکہ ان خصلتوں کی تعداد بیس ہو جائے۔

(1) اشیائے خوردنی کے ڈھیر نہ لگاؤ (ذخیرہ اندوزی نہ کرو) جنہیں تم کھاؤ گے نہیں۔

(2) بلا ضرورت مکان تعمیر نہ کرو جن میں تم نے سکونت پذیر نہ ہونا ہے۔

(3) ایسی چیز کے حصول میں سبقت نہ لے جاؤ جس سے کل تمہیں دستبردار ہونا ہے۔

(4) اس اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم نے لوٹ کر جانا ہے اور جس کے رو برو تم کو پیش کیا جانا

ہے۔

(5) اس چیز میں رغبت کرو جہاں تم نے جانا ہے اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

یہ ارشادات نبوی سن کر بنوازد وطن واپس چلے گئے۔ ان وصایا پر وہ اللہ کی توفیق سے اور حضور اکرم ﷺ کی دعا و برکت سے عمل پیرا رہے۔

شیخ فرید الدین عطاء رحمۃ اللہ علیہ مذکورة الاولیاء میں رقم ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بسا اوقات غروب آفتاب کے وقت صحابہ کرام کے ساتھ شہر کے باہر تشریف لے جاتے تھے اور یمن کی جانب رخ فرمائے ارشاد فرمایا کرتے تھے:

إِنِّي لَا جِدُّ نَفْسٌ الرَّحْمَنِ مِنْ قَبْلِ الْيَمَنِ ط٥  
”مجھے یمن کی طرف سے نفس الرحمن کی خوبی آتی ہے۔“

باب 3

## فضائل و مناقب سیدنا اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

### ارشاداتِ نبوی

سید الابرار حضور اکرم ﷺ نے سیدنا اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی میں ارشادات فرمائے ہیں جن کا تذکرہ احادیث کی کتب میں ملتا ہے۔ صحیح مسلم شریف باب ”اویس قرنی کی فضیلت“ اور مشکواۃ شریف کے باب ”ذکر یمن و شام“ اور ”ذکر اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ میں تحریر ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَابِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ رَجُلًا يَأْتِكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أَوَيْسٌ لَا يَدْعُ بِالْيَمَنِ غَرَّ أُمَّ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بِيَاضٍ فَدَعَ اللَّهَ فَأَذْهَيَهُ إِلَّا مُوْصِعُ الدِّينَارِ أَوِ الدِّرْهِمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلَيَسْتَغْفِرُ لَكُمْ وَفِي رَوَايَةٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَوَيْسٌ وَلَهُ وَالدَّةُ وَكَانَ بِهِ بِيَاضٍ فَمُرُوذٌ فَسْتَغْفِرُ لَكُمْ

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک شخص یمن سے آئے گا جس کا نام اویس ہو گا۔ وہ یمن میں اپنی ماں کے سوا کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ اس کے بدن میں سفیدی (برُص کی بیماری) تھی۔ اس نے اللہ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن سے سفیدی کو ختم کر دیا۔ ہاں! ایک درہم یا ایک دینار کے برابر سفیدی رہ گئی۔ پس تم میں سے جو شخص اس (اویس) سے ملے اس کو چاہیے کہ اس سے اپنے لیے مغفرت کی

دعا کرائے۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنائے تابعین میں بہتر شخص وہ ہے جس کا نام اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اس کی ایک ماں ہو گی اس کے بدن پر برص کا نشان ہے۔ پس تم اس سے دعائے مغفرت کرانا۔“

(مسلم و مشکوٰۃ)

2- صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے تمہارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی امدادی فوج کے ساتھ آئے گا۔ وہ مراد قبیلہ کا ہے جو بنو قرن کی شاخ ہے۔ اس کو برص تھا۔ وہ اچھا ہو گیا لیکن درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ اگر خدا کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو خدا اس کو سچا کر دے۔ پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سے اپنے لیے دعا کرانا، دعا کرانا میرے لیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے (اویس) سے دعائے مغفرت کے لیے کہا تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لیے بخشش کی دعا کی۔

3- حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص ایسا ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ (ربیعہ و مضر دو ایسے قبیلے تھے جو کثرت سے بھیڑیں پالتے تھے)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! ”اللہ کا ایک بندہ ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اصرار پر فرمایا کہ وہ اویس قرنی ہے۔“

4- حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اویس احسان و مہربانی کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہیں۔

5- ابن سعد نے طبقات جلد پنجم ص 183 (اردو) پر لکھا ہے کہ سلام بن مسکین کہتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا دوست اہل امت

میں اولیس قرنی ہے۔

6- اسیر بن جابر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے کیسے دعا کر سکتا ہوں۔ آپ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں (مجھے تو صحابیت کا درجہ حاصل نہیں ہوا)۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے سنائے کہ ”خیر التابعین ایک شخص ہے اس کو اولیس کہا جاتا ہے۔“

7- طبقات ابن سعد میں ہے کہ ”محمد ﷺ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص ان سے ملے تو ان سے میری بخشش کی دعا کے لیے کہے۔“

8- علامہ محمد اسلم جیراج پوری ”نوادرات“ میں ابن سعد کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ جنگ صفين میں ایک شامی نے (لشکر سے) نکل کر پکارا کہ کیا تم (کوفہ والوں) میں اولیس قرنی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ”ہاں“، اس نے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ ”اولیس قرنی تابعین میں سب سے بہتر ہیں۔“

یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور آکر کوفیوں میں شامل ہو گیا۔

9- نوادرات میں علامہ محمد اسلم جیراج پوری نے لکھا ہے کہ حلیۃ الاولیاء میں ایک مرفوع حدیث درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو عربی کی وجہ سے مسجد میں نہیں آ سکتے بوجہ اس کے کہ وہ فقراء کے سوال پر اپنے کپڑے بخش دیتے ہیں۔ ان میں سے اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرات بن حبان ہیں۔

مغیرہ کہتے ہیں کہ اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کپڑوں کو خیرات کر دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اپنے حجرہ میں برہنہ بیٹھے رہتے تھے اور کوئی کپڑا ان کے پاس نہیں بچتا تھا جس کو پہن کرو وہ جمعہ میں شریک ہو سکیں۔

10- تذكرة الاولیاء باب دوم میں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف میں حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ تحریر کی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ روزِ محشر ستر ہزار ملائکہ کے جلو میں جو ایس قرنی کے شبیہ ہوں گے اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں داخل کیا جائے گا تاکہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ ان کے دیدار سے شرف کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ آپ نے خلوت نشین ہو کر اور مخلوق سے روپوشی اختیار کر کے محض اس لیے ریاضت و عبادت اختیار کی کہ دنیا آپ کو برگزیدہ تصور نہ کرے اور اسی مصلحت کے پیش نظر روزِ محشر آپ کی پرده داری قائم رکھی جائے گی۔

11- علامہ عبد القادر اربیلیؒ نے اپنی تصنیف ”تفتح الخاطر“ میں رقم کیا ہے کہ مقام قاب تو سین اوادنی اور مقصد عند ملیک مقتدر پر نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو سرتا قدم گلیم نور میں چھپ کر آرام فرمرا رہا ہے۔ عرض کیا یا الہی یہ کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ ستر سال کے بعد آرام کر رہا ہے اور فرمایا کہ میں اسے مخفی رکھوں۔

12- خواجہ فرید الدین عطار ذکرہ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

احبّ الْأُولَيَاءِ إِلَى اللَّهِ لَا تَقْيَاءُ الْأَخْفَيَاءُ

”اولیاء میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب وہ ہیں جو پرہیزگار اور مخفی ہیں۔“

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، ہم میں تو یہ بات نہیں پائی جاتی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”یہ کن میں اولیس نامی ایک شتر بان ہے اس کے قدم بقدم چلو گے تو یہ مرتبہ حاصل ہو گا۔“

باب 4

## خیرالتا بعین حضرت اولیس قرنی

### حالات زندگی

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو غیروں کی نظروں سے پوشید رکھتا ہے اور محبت اپنی محبت کو بتقاضا نے غیرت عوام پر ظاہر نہیں ہونے دیتا کیونکہ غیرت محبت کی صفت ہے۔ اولیاء کرام کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جس نے خود کو عوام کی نظروں سے مستور و مخفی رکھا۔ یہی وہ اولیاء کرام ہیں جن کو ”اولیاء تحت قبا“ کہا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ اپنے (محبوب) بندوں میں سے برگزیدہ بندوں کو دوست رکھتا ہے جو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔“ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ ”یار رسول اللہ (ﷺ) فرمائیے وہ کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ اولیس قرنی ہے۔“ اس حدیث پاک کی تائید قرآن پاک کی سورہ فاطر کی آیت نمبر 32 سے بھی ہوتی ہے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فِيهِنْمُ طَالِمٌ  
لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَايِقٌ بِالْخَيْرِ

”پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چُن لیا تھا۔ پس ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض درمیانہ رو ہیں اور بعض اللہ کی توفیق سے نیکیوں پر سبقت لے جانے والے ہیں۔“

ضیاء القرآن جلد چہارم ص 156 پر علی ابن طلحہ نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے متعلق قول نقل کیا ہے کہ جن لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا گیا وہ حضور اکرم ﷺ کی امت ہے۔ امت میں پہلا گروہ وہ ہے جن سے غلطیاں سرزد ہو جاتی

ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں سستی ہو جاتی ہے۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو میانہ رو ہیں جو فرائض ادا کرتے ہیں اور محramات کے قریب نہیں پھٹکتے لیکن مستحبات میں سستی کرتے ہیں اور بعض مکروہ چیزیں ان سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ تیسرا گروہ ان پاکبازوں اور وفاسعaroں کا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے تن من وھن کی بازی لگادی ہے۔ دنیا کی لذتوں سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ دنیا کے مشاغل انہیں یادِ حق سے غافل نہیں کر سکتے۔ ہر نیک کام میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا سارا وقت سارا مال بلکہ ان کا دل و جان بھی رضاۓ جاناں پر قربان ہے اس تیرے گروہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ دوسرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جنہوں نے سن بلوغت سے قبل ہی دعوتِ حق کو قبول کر لیا تھا۔ اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق بھی ان، ہی پاکبازوں سے ہے جو دعوتِ اسلام سے قبل، ہی طلبِ حق وہدایت میں دوڑ کر آئے۔ اور خود ہی عہدِ میثاق کے متلاشی ہوئے۔

حضرت اولیس قرنی بھی اسی گروہ میں شامل ہیں اگر رسول خدا ان کی تعریف نہ فرماتے اور پتہ نہ بتاتے تو آپ کو کون جانتا۔ آپ کی زندگی اس شان سے گذری کہ نہ کچھ چھوڑ اور نہ کچھ ساتھ لے گئے۔

حضرت اولیس قرنی ظاہری نمودونام اور اہل دنیا سے اختلاط سے بھاگتے تھے۔ ایک عالمِ مستی تھا جو ہر وقت چھایا رہتا تھا۔ ہمه وقت ذکر و فکر، استغراق و محیت اور جذب و سکر کی کیفیت کا عالم ہوتا۔ آپ دنیا سے مخفی اور مستور الحال رہے یہی وجہ ہے کہ اپنے اور بیگانے آپ کو نہیں جانتے تھے۔ مستوالحالی کے باعث آپ کے حالاتِ زندگی سے لوگ کم آگاہ ہیں۔ اور آپ کے حالاتِ زندگی میں تضاد و اختلافات ہیں۔

نام

احادیث مبارکہ کے مطابق آپ کا نام اولیس ہے۔ والد کا نام عامر اور والدہ کا نام بدادر تھا۔ آپ کا تعلق مراد سے تھا جو قبیلہ بنو مدحج کی شاخ تھی اور آپ قحطانی النسل تھے۔ آپ

کے جدف اعلیٰ کا نام قَرْن تھا اس لیے آپ کے نام کے ساتھ قَرْنی آتا ہے۔

### قرنی کی وجہ تسمیہ

آپ کے قَرْنی کہلانے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ کے جدِ اعلیٰ کا نام قَرْن تھا۔ دوسرے آپ کا خاندان قَرْن نامی بستی میں رہتا تھا جو کہ یمن میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب اس بستی کی کھدائی شروع ہوئی تو گائے کا ایک سینگ برآمد ہوا۔ عربی زبان میں گائے کے سینگ کو قرن کہا جاتا ہے اس لیے یہ بستی یا گاؤں قرن کہلایا اور قرن کے قصبه کی نسبت سے آپ قَرْنی مشہور ہوئے قرن کا قصبه جس سے آپ کی نسبت ہے یمن میں کہاں واقع تھا اور اس کا محل وقوع کیا تھا۔ اس بارے میں محققین خاموش ہیں۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاءالنبی جلد اول میں سلطنتِ معین کے دارالحکومت کا نام قرن تحریر کیا ہے۔ شاید یہ وہی قرن ہو۔ آپ کے نام کے ساتھ قَرْنی کی وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ آپ کے جسم مبارک پر بال بہت زیادہ تھے اس لیے انہیں قَرْنی کہا جاتا ہے۔

### حسب و نسب

علمائے انساب نے آپ کا سلسلہ، نسب دو طریقوں سے لکھا ہے۔

(1) اویس بن عامر بن جزء بن مالک بن عمر و بن مُسعود و بن سعد بن عصوان بن قرن بن رومان بن ناجیہ بن مراد المرادی القرنی۔

(2) اویس بن عامر بن جز بن مالک بن عمر و بن سعد بن عصوان بن قرن بن رومان بن ناجیہ بن مراد بن مالک بن مدن حج بن زید۔

### ولادت

آپ کو دربارِ نبوی سے غائبانہ طور پر ”خیر التّابعین“، کامعزز لقب ملا تھا۔ آپ کو ”سید التّابعین“، بھی کہا جاتا ہے آپ کے والد گرامی (عامر) آپ کی کمسنی میں ہی وفات پا گئے تھے آپ کی والدہ ماجدہ (بدار) نا بینا اور ضعیفہ تھیں جن کی خدمت میں آپ کی عمر کا زیادہ تر حصہ گزرा۔ بچپن سے ہی آپ نے شتر بانی کا پیشہ اختیار کیا اور اس کا معاوضہ والدہ ماجدہ پر

صرف کرتے تھے۔ ان سے جو نقج جاتا وہ راہِ خدا میں لٹادیتے۔

آپ کی ولادت نشوونما بچپن اور جوانی کے حالات اور مشاغل پر وہ اخفا میں ہیں۔ ان کے بارے میں لوگوں کو بہت کم معلومات ہیں۔

یہ بات پہلے بھی بتائی جا چکی ہے کہ حضرت اولیس قرنی قرآن نامی بستی کے رہنے والے تھے۔ قرآن کا قصبه ملک یمن میں واقع ہے۔ یمن اور قرآن کے بارے میں پہلے ہی بحث کی جا چکی ہے کہ آپ کا تعلق قبیلہ مراد سے تھا اور جائے سکونت ملک یمن اور قصبه قرآن میں تھی۔ اسی لیے آپ کو اولیس القرآن المرادی اور یمنی کہا جاتا ہے۔

ذکر اولیس کے مصنف نے صفحہ 46 پر عجائب البلدان کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ نے (یمن کے شہر) مخابندر کے باہر دریائے شور کے کنارے پر بہت ریاضت اور مجاہدہ کیا ہے۔ شہر مخابندر ملک یمن میں شہر زبید سے تین روز کی مسافت کے فاصلہ پر واقع ہے۔ شہر زبید بھی بہت وسیع تھا۔ اس میں بارہ ہزار مساجد تھیں۔ اس شہر کے باہر بجانب شمال حضرت خواجہ اولیس القرآنی کا مزار مبارک ہے اور اسی جگہ آپ کا مکان بھی تھا۔ اسی شہر میں رسول کریم ﷺ کا حجہ شریف بھی ہے۔ اس شہر میں آپ نے اپنے دندان مبارک شہید کر کے دفن کیے تھے اور اسی جگہ ایک درخت پیدا ہو گیا تھا اور اس میں قسم قسم کے پھل لگتے تھے۔

احادیث مبارکہ سے آپ کا وطن مالوف یمن اور ابائی قصبه قرآن ثابت ہے اور یہی درست ہے تاہم ممکن ہے کسی وقت کسی وجہ سے آپ نے عمر کے کسی حصہ میں مخابندر شہر میں سکونت اختیار کر لی ہو کیوں کہ آپ لوگوں سے چھپتے پھرتے تھے اور جب بھی آپ کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہوتی تو آپ وہاں سے نقل مکانی کر جاتے تھے جیسا کہ آپ کچھ عرصہ کوفہ کے شہر میں بھی قیام پذیر ہے۔

حلیہ مبارک

سرورِ انبیاء ﷺ نے سیدنا حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک ایک بات کی شناخت کرادی تھی۔ احادیث مبارکہ میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ مسلم شریف

اور شرح مشکواۃ شریف ”مظاہر حق جدید“ طبقات ابن سعد جلد ششم اور علامہ اسلم جیراج پوری نے ”نوادرات“ میں حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعارف اور شناخت کے بارے میں احادیث کا حوالہ تفصیل سے دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”با تحقیق اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان پاک نفس مخفی فرماں برداروں کو پسند کرتا ہے جن کے بال پر بیشان چہرے خاک آلو دا اور شکم بجز کسبِ حلال کے بھوکے اور لا غرر ہتے ہیں۔ وہ ایسے لا پرواہ ہوتے ہیں کہ اگر بادشاہ بھی ملے اور ان سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کرے تو وہ اجازت نہ دیں۔ اگر مالدار عورتیں نکاح کرنا چاہیں تو وہ نکاح نہ کریں۔ اگر غائب ہو جائیں تو کوئی ان کو تلاش نہ کر سکے۔ اگر مر جائیں تو کوئی ان کے جنازے میں شریک نہیں ہوتا۔ اگر ظاہر ہوں تو کوئی ان کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا۔ بیمار ہوں تو کوئی ان کی عیادت نہیں کرتا۔“

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے استفسار کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اولیس قرنی ہے۔ صاحبہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اولیس قرنی کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بھورے بالوں والا سرگمیں چشم ہے۔ راست قد، برکشا، رنگ سرخی مائل ٹھوڑی سینے سے لگی ہوئی، نظر نیچی، دایاں ہاتھ باہمیں ہاتھ پر رکھے ہوئے قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ اور اپنے نفس پر روتا ہے۔ دو سے تیسرا باب نہیں۔ ایک گلیمی تہہ بند اور ایک گلیمی ردا۔ زمین میں گم نام ہے مگر آسمان میں مشہور۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھائے تو اللہ اس کو ضرور پوری کر دے۔ ہاں! یاد رکھوں کے موئذن ہے کے نیچے ایک چمکتی ہوئی سفیدی (برص) ہے۔

قیامت کے دن جب نیک بندوں کو کہا جائے گا کہ جنت میں جاؤ اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہو گا ٹھہر جاؤ اور سفارش کرو۔ اس کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر جتنے لوگوں کو بخش دے گا۔

”اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تم اس سے ملنا تو درخواست کرنا  
کہ تمہارے لیے وہ مغفرت کی دعا کرے۔“

حرم بن حیان ایک صاحب دل تابعی اور حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کا  
تذکرہ سیرت صحابہ جلد 3 ص 49 (از شاہ معین الدین ندوی) اور طبقات ابن سعد حصہ ششم  
ص 181 (اردو)

اس طرح کیا گیا ہے:

”ابن حیان (یا حبان) کہتے ہیں کہ میں اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے شوق میں  
کوفہ گیا اور تلاش کرتے کرتے فرات کے کنارے پہنچا دیکھا ایک شخص تنہا بیٹھا نصف نہار  
کے وقت دریا کے کنارے پر وضو کر رہا ہے اور کپڑے دھور رہا ہے۔ میں اویس کے اوصاف  
سن چکا تھا اس لیے فوراً پہچان گیا۔ وہ فربہ اندام تھے۔ رنگ گندم گوں تھا۔ بدن پر بال زیادہ  
تھے۔ سر منڈا ہوا تھا۔ داڑھی گھنی تھی۔ بدن پر صوف کا ازار (پاجامہ) اور صوف کی ایک چادر  
تھی چہرہ بہت بڑا اور مہیب تھا۔“

فرمان نبوی اور تابعی ابن حبان کے مطابق حضرت اویس کا حلیہ مبارک یہ تھا۔

\* رنگ گندم گوں برویت دیگر بسرخی مائل

\* دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ

\* آنکھیں نیلگوں مگر سرگیں

\* قدر درمیانہ

\* ٹھوڑی سینہ سے لگی ہوئی

\* نظریں پچی سجدہ گاہ پر جمی ہوئیں

\* دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے

\* قرآن کی تلاوت کرتا ہوگا اور اپنے اوپر روتا ہوگا

\* لباس دو کپڑوں پر مشتمل ایک پشمی پاجامہ اور ایک پشمی ردا

\* دنیا میں گمنام

\* آسمان پر مشہور

\* قسم کھائے تو اللہ اس کو سچ کر دے

\* بائیں کندھے تلے برص کا سفید نشان

روزِ محشر نیکو کاروں کو جنت میں جانے کا حکم ہو گا لیکن حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہو گا کہ ٹھہر جاؤ لوگوں کی شفاعت کرو۔ پھر اللہ ربیعہ اور مضر قبیلوں کے افراد کی تعداد کے برابر لوگوں کے بارے میں ان کی شفاعت قبول کرے گا۔

## تعلیم و تربیت اور قبولِ دینِ حق

مقربینِ خدا اس کے برگزیدہ منتخب بندگان تحت قبا کا مصدقات گروہ اولیاء کرام جن کو قرآن میں سابق الخیرات کا لقب دیا گیا ہے کی تربیت و تعلیم خدا غایبانہ ذرا لع سے فرماتا ہے۔ خداوند قدوس ان مطہر پاکباز اور پاکیزہ ارواح کا خود نگہبان محافظ اور پشتیبان ہے تاکہ رجڑ شیطان اور نجاست کفر و شرک اور خبائثِ خاص و عام ان پاکبازوں اور وفات شعاروں کے نزد یک پھٹکنے نہ پائیں۔ ذات باری تعالیٰ انبیاء کرام کی تعلیم و تربیت اور ان کی نگہبانی کا بندوبست اس سے پہلے ہی کر دیتے ہیں جبکہ وہ اپنی ماوں کے رحم میں بھی منتقل نہیں ہوتے۔ اولیاء کرام شکم مادر میں ہی ولی ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی تعلیم و تربیت نادیدہ اور غیر مریٰ ذرا لع سے کرتا ہے۔ افلاطون اگر آج سے ہزاروں سال پہلے اپنے شاگردوں سے TELEPETHY (دماغی اور ذہنی ربط) کے ذریعے پانچ سو میل (750 کلومیٹر) کے فاصلے پر رابطہ کر سکتا ہے تو خدا جو قادرِ مطلق ہے اپنے انبیاء اور اولیاء سے براہ راست رابطہ کرنے پر کیونکر قادر نہیں ہو سکتا۔ قادرِ مطلق کی صفت تو یہ ہے کہ

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا آَأَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

”بے شک حکم اس کا ہے جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے کہتا ہے ہو جا

تو وہ ہو جاتی ہے۔“ (لیہین: 82)

آج کا انسان علوم سائنس (جس کا منبع قرآن ہے) کے مل بوتے پر ٹیکی کمپیوٹریشن (Tele-communication) کے ذریعے ہزاروں میل دور بیٹھ کر دوسرے انسانوں سے رابطہ قائم کر سکتا ہے ریڈیو ٹیلی ویژن ٹیلیفون وائرلیس ٹیلی پرنٹر فیکس اور انٹرنیٹ کی ایجادات نے دنیا کو گلوبل ویلچ بنادیا ہے۔ انسان نے تو خلائی تنجیر کے پروگرام کے تحت خلا میں چھوڑے ہوئے سپاروں کے ذریعے اہل زمین کو کائنات کے کونے کونے سے تصاویر اور معلومات حاصل کرنے کا مربوط اور مسلسل نظام دریافت کر لیا ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا ہے۔ کیا انسان کمپیوٹر اور ٹیلی کمپیوٹری کیشن کے ذریعے رابطے اور تعلیم و تربیت کا کام نہیں لے رہا؟ قرآن میں آتا ہے کہ انسان کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے خصوصاً روح کے بارے میں صرف اتنا کہہ کر اس باب کو بند کر دیا گیا ہے ”یہ امر ربی ہے۔“ انسان جسے بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اس نے علم طبیعت کا مطالعہ کر کے مادے اور انرژی (Energy) کو ایک دوسرے میں تبدیل (Convert) کرنے کا فارمولہ دریافت کر کے کتنے سر بستہ رازوں کو منکشف کر لیا ہے۔

برقی مقناطیسی لہروں (Electro-Magnetic Waves) اور ان کی مختلف قسم کی شعاعوں مثلاً X-Rays اور لیزر شعاعوں کی دریافت نے انسان کے کتنے مسائل حل کر دیے ہیں۔ یہ تو علم طبیعت (فزکس) کے کمالات ہیں لیکن خدا جو تمام کائنات کا خالق تمام علوم کا سرچشمہ اور بے پناہ قوت (Energy) کا مالک ہے کے مقابلے میں اس کی مخلوق انسان اور اس کے تھوڑے سے علم کی کیا حیثیت ہے؟ صرف علم طبیعت کے ماہر کے اتنے کمالات ہیں تو ذرا سوچئے خدا کے برگزیدہ بندوں انبیاء کرام اور اولیاء کرام جو دنیاوی علوم اور خصوصاً علوم مابعد الطبیعت کے ماہرین ہیں خدا اور ان کے درمیان حجابات اور فاصلے کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے پھر محظوظ خداوند کریم کے مابین حجابات اور فاصلے کے کیا معنی اور ضرورت رہ جاتی ہے۔

سابق الخیرات حضرت اولیس القرنی کی تعلیم و تربیت کا جہاں تک سوال ہے یہ ایک سر بستہ راز ہے جو نشاء خداوند کریم کے تحت پوشیدہ مخفی رکھا گیا ہے۔ اسی طرح آپ کے قبول حق (اسلام) کا واقعہ بھی ایک راز ہے۔ اگرچہ آپ نے ظاہری تعلیم حاصل نہ کی لیکن سرور دو عالم ﷺ کی عقیدت و محبت کے روحانی توصل سے نہ صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ سے تربیت یافتہ تھے بلکہ بارگاہ رسالت ماب ﷺ میں آپ کو مرتبہ محبوبیت بھی حاصل تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی عاصبانہ تصدیق قلبی اور حرارت ایمانی نے حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب و روح میں والہانہ عشق کی آگ بھڑکا دی۔ اسی عشق نے آپ کو فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کر دیا تھا۔ عشق کی یہ آگ دونوں طرف محبت اور محبوب کو ماہی بے آب کی طرح ہر وقت بے چین اور بے قرار کیے رکھتی۔ ایک طرف حضرت اولیس قرنی یادِ محبوب میں حضور اکرم ﷺ کے احوال کی جستجو میں رہتے اور ہر وقت سنتِ مصطفوی ﷺ پر چلنے کی کوشش کرتے۔ عشق و محبت میں ایسے جذب کہ غلبہ استغراق کی کیفیت ہر وقت طاری رہتی۔ دوسری طرف (محبوب ﷺ) سرور کائنات ﷺ کی یہ حالت کہ وفورِ شوق میں اپنے پیرا ہن کے بند کھول کر سینہ، مبارک بطرف یمن کر کے فرماتے:

إِنِّي لَا جُدُّ نَفْسُ الرَّحْمَنِ مِنْ قَبْلِ الْيَمَنِ

ترجمہ:- مجھے یمن کی طرف سے نفس الرحمن کی بوآتی ہے یہ موضوع بہت طویل ہے احادیث مبارکہ میں اس موضوع سے متعلق لطیف ارشادات پائے جاتے ہیں۔ انشاء اللہ آگے چل کر مناسب موقع پر اس موضوع پر تفصیلی بحث ہوگی۔

### خورد و طعام

جب تک آپ کی والدہ ماجدہ زندہ رہیں شتر بانی کے معاوضہ سے والدہ اور اپنی گزرا اوقات کرتے رہے۔ انہوں نے مفلسی اور خستہ حالی میں زندگی بسر کی۔ دنیا سے ان کو نفرت تھی صحیح کی اذان کے وقت گھر سے نکل جاتے اور نمازِ عشاء کے وقت گھر تشریف لاتے۔

والپس پر راستے سے چھوہاروں کی گٹھلیاں چین کر لاتے اور انہیں کھالیا کرتے۔ بس یہی ان کی غذا تھی۔ کبھی معمولی قسم کے چھوہارے مل جاتے تو ان سے افطار کر لیتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ گٹھلیاں نیچ کر افطار کے لیے چھوہارے خرید لیتے۔ علامہ طاہر القادری نے ”مذکرے اور صحبتیں“ میں ص 36 پر اور پیر محمد کرم شاہ نے ضیاء النبی جلد پنجم ص 570 پر لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میدانِ عرفات میں ہوئی تو آپ کو حضور اکرم ﷺ کا سلام پہنچایا اور دعائے مغفرت سے فارغ ہوئے تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خستہ حالی کے پیش نظر فرمایا۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیں تاکہ میں آپ کے لیے کچھ زادِ راہ لے آؤں۔ تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جیب سے دودھ نکال کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھائے اور کہا! یہ اونٹ چرانے کا معاوضہ ہے۔ اگر آپ یہ ضمانت دے دیں کہ یہ درہم خرچ ہونے سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو پھر آپ کا جو جی چاہے لے آئیے۔ ورنہ یہ دودھ نکال کافی ہیں۔

آپ کبھی کبھی جو کی سوکھی روٹی کھجور کے شیرہ کے ساتھ کھا کر گزارہ کر لیتے تھے۔ پیٹ کے کھانے اور بدن کے کپڑوں کے سوا کچھ پاس نہیں رکھتے تھے۔ فرماتے ”خدایا میں تجھ سے بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کی معذرت چاہتا ہوں۔ غذا جو میرے پیٹ میں ہے اور لباس جو میرے جسم پر ہے کے سوامیرے پاس کچھ نہیں۔“

جو کچھ دانہ پانی اور کپڑا نیچ جاتا سب خیرات کر دیتے تھے اور بارگاہ الہی میں دعا فرماتے کہ یا الہی اگر کوئی بھوکا نگاہ مر جائے تو مجھ سے مواخذه نہ کرنا۔

طبقات ابن سعد میں حرم بن حبان کا بیان ہے کہ میں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملنے کو فہ گیا۔ میں نے کہا ”اویس! اللہ آپ پر رحمت نازل کرے اور آپ کی مغفرت کرے یہ آپ کا کیا حال ہے؟ ان کی ظاہری خستہ حالت دیکھ کر میرے آنسو نکل پڑے اور مجھے روتا دیکھ کر وہ بھی روپڑے۔“

## بودو باش اور عزلت نشینی

آپ عشق اور محبت کا وہ پیکر اُتم ہیں جنہیں سر کار دو عالم ﷺ کی قربت و حضوری دور رہ کر بھی میسر تھی۔ فرطِ محبت میں جنوں کا یہ حال ہو گیا کہ دیوانوں کی طرح نگے پاؤں گلیوں میں پھرتے تھے۔ پریشان اور خستہ حال دیکھ کر اڑ کے مجنوں دیوانہ سمجھتے اور پھر مارتے جن سے خون بہنے لگتا۔ ایک روز آپ رک گئے اور بچوں سے فرمانے لگے:

”مجھے بڑے پھروں نے نہیں بلکہ چھوٹے پھروں سے مارا کرو۔“

ان میں سے کسی نے کہا! اویس! کیا تمہارے دعویٰ عشق کی یہی حقیقت ہے کہ بڑے پھروں کی تکلیف سے خوفزدہ ہو گئے؟ آپ یہ سن کر فرمانے لگے۔ میں بڑے پھروں سے نہیں ڈرتا بلکہ بات یہ ہے کہ ان سے خون بہنے لگتا ہے اور وصولوں جاتا ہے اور میں بے وضو یادِ الہی نہیں کر سکتا۔ (تذکرے اور صحیتیں)

آپ ایک پرانے اور شکستہ مکان میں رہائش رکھتے تھے اکثر اوقات جنگل میں گزارتے اور لوگوں سے بہت کم ملتے۔ کوڑیوں سے چیختھے اٹھالاتے اور انہیں دھو کر اور جوڑ کر خرقہ سی لیا کرتے یہی آپ کا پہناوا تھا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ کے پاس اونٹ کے بالوں کا ایک پاجامہ (گلیمی) ازار) اور اونٹ کے بالوں کا ایک کمبیل (گلیمی ردا) تھا۔

مظاہر حق جدید (شرح مشکواۃ شریف اردو) میں ایک روایت میں سعید بن میتب نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

ایک سال حج کے موقع پر خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل قرن کو پکارا اور پوچھا کیا قرن میں اویس نام کا آدمی ہے۔ اہل قرن میں سے ایک معمر شخص نے اٹھ کر جواب دیا:

”ہم لوگوں میں رہنے والا اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ ہاں! ایک دیوانہ صفت کا نام اویس ضرور ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے نہ کوئی اس کے ساتھ افت و موانت رکھتا ہے اور نہ

وہ کسی کے ساتھ صحبت و اخلاق کار و ادار ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بس وہی شخص میرا مطلوب ہے۔ جب تم واپس قرن جاؤ تو اس شخص کو تلاش کر کے اس کو میرا سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تیرے تیس خوشخبری دی ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تجھ تک رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچا دوں چنانچہ وہ لوگ قرن پہنچے تو اویس کو تلاش کیا۔ وہ ریگستان میں پڑے ہوئے پائے گئے۔ ان لوگوں نے ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام اور ان کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ امیر المؤمنین نے میرا چرچا کر دیا اور میرے نام کو شہرت دی۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ گوشہ نشینی کو پسند کرتے تھے اور شہرت و اخلاق کو ناپسند کرتے تھے۔

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کی ایک ایک علامت بتادی تھی اور ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو تو ان کو میرا سلام کہنا اور اپنے لیے دعائے مغفرت اور امت کے لیے بخشش کی دعا کرانا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال تک بروایت دیگر بیس سال تک آپ کا انتظار اور جستجو کرتے رہے۔ دائرة معارفِ اسلامی (پنجاب یونیورسٹی لاہور) کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں 17ھ کے بعد بروایت دیگر آپ کی خلافت کے آخری سال (23ھ) سے پہلے حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ نے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول خدا ﷺ کا سلام پہنچایا اور ان سے امت کے لیے بخشش کی دعا کرائی اور فارغ ہو کر فرمایا اپنی جیب یا (بیت المال) کے عطا یہ سے کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

”یہ دوپھنے پرانے کپڑے میرے پاس ہیں۔ میری دونوں پاپوشیں (جوتیاں) گانٹھ دی گئی ہیں۔ چار درہم میرے پاس ہیں جب یہ اثاثہ ختم ہو جائے گا تو عطیہ قبول کر لوں گا۔“  
(بحوالہ مظاہر حق جدید روایت از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مولانا شاہ معین احمد ندوی نے سیر الصحابہ باب تابعین جلد 13 ص 57 پر لکھا ہے کہ آپ فنا کے اس درجہ پر تھے جہاں شہرت نمود اور اہل دنیا سے اختلاط کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس لیے شہرت اور ناموری سے بھاگتے تھے۔ آپ کی خستہ حالت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب چاہا کہ والی کوفہ کے نام خط لکھ کر آپ کا تعارف کرا کے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کر دیں مگر آپ نے منظور نہ کیا اور جواب دیا میں زمرہ عوام میں رہنا پسند کرتا ہوں۔ یہی الفاظ مسلم شریف میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دس سال تک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش ذجتو نہ کی۔ پھر ایک سال حج کے دوران اہل یمن کو پکارا کہ تم میں جو قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے ہوں کھڑے ہو جائیں۔ جب وہ لوگ کھڑے ہو گئے تو پوچھا کیا تم میں سے کوئی شخص اویس نام کا ہے۔ ان میں سے ایک شخص بولا کہ اے امیر المؤمنین ہمیں نہیں معلوم آپ کس اویس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ ہاں! میرا ایک بھتیجا ہے جس کو لوگ اویس کہہ کر پکارتے ہیں اور وہ اس درجہ کا پست اور بے حیثیت انسان ہے کہ آپ جیسی ہستی کو اس سے کیا سروکار ہو گا۔ آپ نے پوچھا کیا وہ حدود حرم میں موجود ہے؟ اس نے کہا ”میدان عرفات سے متعلق اراک کی جھاڑیوں میں لوگوں کے اونٹ چرار ہا ہے۔“ گویا حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حیثیت اور شخصیت چھپانے کے لیے لوگوں کے اونٹ چرار ہے تھے تاکہ ان کو ایک چرواء ہے سے زیادہ اہمیت نہ دی جائے۔ (مظاہر حق جدید)

صمصہ بن معاویہ کی روایت ہے کہ اہل کوفہ کا جب بھی کوئی قافلہ آتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پوچھتے تم میں سے کوئی اویس قرنی ہے اہل قافلہ جواب دیے ہم میں کوئی

اس نام کے شخص کو نہیں جانتا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی ایک مسجد میں پڑے رہتے تھے وہاں سے نہ نکلتے تھے اور نہ کسی سے کچھ تعارف رکھتے تھے۔ ان کا ایک پچاڑا بھائی تھا جو ان کو نستایا کرتا تھا۔ اتفاقاً اہل کوفہ کے قافلہ میں وہ بھی تھا۔ اس کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جال دریافت کیا۔ وہ بولا اے امیر المؤمنین! اولیس اس درجہ کا آدمی نہیں ہے کہ آپ اس کے بارے میں پوچھیں اور اس کا تعارف حاصل کریں۔ وہ تو نہایت کم ترا اور بے حیثیت آدمی ہے اگرچہ وہ میرا پچاڑا ہے۔ (منظہ حق جدید)

اسیہ بن جابر کہتے ہیں کہ کوفہ میں ہم ایک محدث سے حدیث کا درس لیا کرتے تھے، درس کے اختتام پر لوگ منتشر ہو جاتے مگر ایک مختصر گروہ وہ ہیں رہ جاتا۔ ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو بڑی پڑھمت اور اسرار اور موز کی با تیں کرتا۔ کچھ دن وہ مجلس درس سے غیر حاضر رہا تو میں نے سوچا شاید وہ بیمار ہو۔ ایک آدمی کو لے کر ہم اس کے مکان پر پہنچے۔ دروازہ ٹھکھنا یا تو وہ باہر شریف لائے تو ہم نے پوچھا آپ ہم سے کیوں چھپتے اور کنارا کش رہتے ہیں۔ فرمایا میں نہ ہوں۔ میں نے کہا لیجئے یہ میری چادر اوڑھ لیجئے۔ انہوں نے چادر واپس کر دی۔ میں نے اصرار کیا تو کہا اگر میں آپ کی چادر کو اوڑھ لوں تو میرے ہم قوم دیکھ لیں تو کہیں گے اس ریا کا رکود یکھوں اس آدمی کے ساتھ چمٹ گیا ہے۔ اور دھوکہ دے کر اس کی چادر لے لی۔ لیکن میں نے اصرار کر کے چادر اسے دے، ہی دی اور کہا چلو ہمارے ساتھ دیکھیں وہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ وہ چادر اوڑھ کر ہمارے ساتھ ہو لیے۔ جیسے ہی ایک مجمع کے سامنے سے گزرے تو لوگوں نے کہا۔ ذرا اس ریا کا رکود یکھوں شخص کو چمٹا رہا اور اس کی چادر لے لی۔ یہ الفاظ سن کر میں نے لوگوں کو کہا۔ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ تم اسے ہر حالت میں تمثیر اور استہزا کا نشانہ بناتے ہو۔ آخر تم اس اللہ کے بندے سے چاہتے کیا ہو۔ اس کو کیوں ایذا دیتے ہو جب وہ ننگے ہوتے ہیں تو بھی مذاق اڑاتے ہو اور جب چادر اوڑھ لیتے ہیں تو تبریز کا الزام لگاتے ہو۔ میں نے اس طرح ان کو بہت ڈانٹا اور بُرا بھلا

کہا۔ انہوں نے چادر لینے سے انکار کر دیا تھا۔ میں نے خود با اصرار ان کو چادر دی ہے تو تم اس کو ریا کا رٹھرا تے ہو۔ (طبقات ابن سعد)

طبقات ابن سعد اور سیر الصحابة جلد 13 ص 58 پر اسیر بن جابر روایت کرتے ہیں کہ میرے ایک ساتھی مجھے اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے۔ وہ دور کعات تمام کرنے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

”آپ لوگوں کا بھی میرے ساتھ عجب معاملہ ہے۔ آپ لوگ میرے پیچھے پیچھے کیوں چلتے ہیں۔ میں ایک ضعیف انسان ہوں۔ میری بہت سی ضروریات ہیں جنہیں میں آپ کی وجہ سے پوری نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ ایسا نہ کیجئے۔ خدا آپ پر حکم کرے۔ اگر آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہو تو عشاء کے بعد مل لیا کریں۔“

### مجاہدات و ریاضت

حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راہ سلوک میں بڑے بڑے مجاہدات کیے۔ آپ کو اصلاحِ نفس تزکیہ روح اور مجاہدات و ریاضت سے فرصت نہ ملتی تھی۔ ساری ساری رات پلک سے پلک نہ ملتی تھی۔ شاہ معین الدین احمد ندویؒ نے ابن عساکر کے حوالے سے سیر الصحابة جلد 13 ص 55 پر لکھا ہے کہ آپ رات قیام میں گزارتے دوسری شب رکوع میں اور تیسرا شب سجدہ میں گزار دیتے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ دراز رات میں ایک حالت میں گزار دیں۔ فرمایا دراز رات میں کہاں ہیں؟ کاش ازل سے ابد تک ایک رات ہوتی جس سے ایک سجدہ کر کے گریہ بسیار کرنے کا موقع نصیب ہوتا۔ افسوس کہ رات میں اتنی چھوٹی ہیں کہ صرف ایک دفعہ سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَى کہنے پاتا ہوں کہ دن ہو جاتا ہے۔

اکثر رات کے ساتھ دن بھی عبادت میں ہی گذر جاتا تھا۔ تابعی حضرت ربی بن خثیم کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے گیا۔ دیکھا کہ وہ فخر کی نماز میں مشغول ہیں۔ میں اس خیال سے کہ ان کی تسبیح و تہلیل میں حارج نہ ہوں اس سے

فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ ظہر کی نماز تک برابر مشغول رہے۔ پھر ظہر سے عصر تک اور عصر سے مغرب تک یہی حال رہا۔ میں نے سوچا کہ مغرب کے بعد شاید افطار کے لیے جائیں لیکن وہ برابر عشاء تک مشغول رہے۔ پھر عشاء سے صبح تک یہی کیفیت رہی۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد نیند کا کچھ غلبہ ہوا لیکن پھر مستعد ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ تین شب اور تین دن برابر مصروف عبادت رہے۔ اور دعا کی ”خدا یا سونے والی آنکھ اور نہ بھرنے والے بیٹھ سے پناہ مانگتا ہوں“

یہ حال دیکھ کر میں نے کہا جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس قدر کافی ہے آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تو کھجور کی گھلیاں چن کر فروخت کرتے اور ان کی قیمت سے قوتِ لا یموت حاصل کرتے۔ اگر خشک خرماں جاتا تو اس کو افطار کے لیے رکھ لیتے۔ اگر زیادہ مقدار میں مل جاتا تو گھلیاں پیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دیتے۔

### ذکر کی تاثیر

حضرت اسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ ہمارے حلقہ ذکر میں حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک ہوا کرتے تھے مگر دلوں پر سب سے زیادہ اثر حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر کا ہوا کرتا۔

ظاہری نمود و نمائش اور شہرت انہیں سخت ناپسند اور ناگوار تھی۔ اہلِ دنیا کے اختلاط سے بھاگتے تھے۔ ایک عالمِ مستی تھا جو ہر وقت چھایا رہتا تھا۔ بعض ظاہریں آنکھیں انہیں ریا کار سمجھتیں۔ لوگ آپ کا تمثیر اڑاتے تو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے۔

### شہرت سے اجتناب

آپ اپنے آپ کو پوشیدہ اور مخفی رکھتے تھے۔ فجر کی اذان سے عشاء کی اذان تک گھر سے غائب رہتے تمام دن ریگستان اور جنگل میں گزار دیتے۔ آپ جس گھر میں سکونت پذیر تھے وہ شکستہ اور پرانا تھا۔ حضرت ہرم بن حبان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ نبی

کریم کی کوئی حدیث بیان کروتا کہ میں اس کو یاد رکھوں آپ نے فرمایا:

”مجھے (نبی ﷺ کا) دیدار نصیب نہیں ہوا۔ ہاں! ان لوگوں سے ملا ہوں جو آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ اور ان کے توسط سے وہ حدیثیں بھی سنیں جو تم لوگ سنتے ہو لیکن میں محدث نہیں اور نہ قاضی و مفتی بننا چاہتا ہوں مجھے میرے نفس کا شغل ہی بہت ہے۔“

(سیر الصحابة از شاہ معین الدین احمد ندوی و مظاہر حق جدید)

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل قرن سے ملاقات کی اور حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں استفسار کیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ جب واپس قرن جاؤ تو اس شخص (اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تلاش کر کے میراً سلام اس کو پہنچا دینا اور کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو تمہارے تیئی خوشخبری دی ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم تک رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچاؤں۔ چنانچہ جب اہل قرن واپس قرن گئے تو انہوں نے اویس کو تلاش کیا۔ وہ ریگستان میں پڑے ہوئے پائے گئے لوگوں نے ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلام اور ان کے توسط سے رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا تو فرمایا:

”امیر المؤمنین نے تو میرے نام کا چرچا کر دیا اور میرے نام کو شہرت دے دی،“ (مظاہر

حق جدید)

خوفِ الہی

حضرت اویس ہر وقت یادِ الہی میں محور ہتے اور خدا کے خوف کا ان پر غلبہ رہتا۔ ایک بار ہرم بن حبان کی ان سے ملاقات ہوئی تو ہرم بن حبان نے آپ سے حدیث کی روایت کے لیے عرض کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا پھر قرآن کی تلاوت کے لیے عرض کیا تو ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرات کے کنارے چلے گئے اور کہا۔

”میرے رب کا قول ہے اور اسی کا قول حق ہے۔ میرے رب کی حدیث ہے اور اسی کی حدیث سچی ہے۔ میرے رب کا کلام ہے اور اسی کا کلام بہتر ہے۔“ ہرم کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور بہت روئے۔ اور فرمایا اللہ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْتَهُمَا لِعِبِيرٍ ۝ مَا خَلَقْنَاهَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمُ أَجْمَعِينَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَى عَنْ مَوْلَى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُؤْصَرُونَ ۝ إِلَّا مَنْ سَرِحَ اللَّهُ طِإِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ

”ہم نے زمین و آسمان کو حق کے واسطے پیدا کیا ان میں سے اکثر لوگ یہ نہیں جانتے اور وہ غافل ہیں اور تحقیق ایک دن وہ ہو گا کہ حق باطل سے جدا ہو جائے گا اور سب لوگ جمیع ہوں گے۔ وہ دن ایسا ہو گا کہ نہ کسی دوست کی دوستی فائدہ دے گی اور نہ ہی غذاب سے بچائے گی اور نہ ہی کوئی دوست کسی دوست کی مدد کر سکے گا سوائے ان لوگوں کے جن سے حق تعالیٰ خوش ہو گا اور وہ مومن ہوں گے اور لوگ البتہ شفاعت کے ذریعے مدد کریں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور مہربان ہے۔“  
(دخان: 38 تا 42)

حضرت ہرم بیان کرتے ہیں کہ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمُ أَجْمَعِينَ ۝ برداشت دیگر أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔ (سیر الصحابة ج 13)  
علوم ظاہری و باطنی

آپ کے کمالات کا منبع و سرچشمہ سینہ، قرطاس کی بجائے صحیفہ، قلب تھا۔ آپ کی ذاتِ گرامی علوم باطنی کا سرچشمہ اور تصوف کا مرجع تھی۔ آپ نے اگرچہ ظاہری علوم کے حصول کے لیے باقاعدہ کسی کی تلمیذ اختیار نہ کی تھی لیکن آپ پھر بھی علوم ظاہری سے بیگانہ نہ تھے آپ کی ذات علوم باطنی کے ساتھ علوم ظاہری کی بھی جامع تھی آپ کو علم القرآن اور علم الحدیث پر بھی عبور حاصل تھا گو آپ کی ذات جملہ فضائل و کمالات کی جامع تھی تاہم یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ علمائے ظاہر کے زمرہ میں حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ آپ کو تزکیہ نفس و روح اور مجاہدات و ریاضت سے فرصت نہ

ملتی تھی۔ دوسرے عدم شہرت پسندی کے باعث آپ عزلت نشینی کو ترک کر کے مسند علم پر بیٹھ کر مفتی یا محدث کہلانے کے قائل نہ تھے۔ پھر بھی کوفہ میں قیام کے دوران، بقول اسیر بن جابر آپ جامع کوفہ میں ایک محدث کے حلقہ، درسِ حدیث میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ اس مجلسِ حدیث کے اختتام پر حلقہ ذکر کی ایک مخصوص نشست میں بھی آپ چند ابل علم کے ساتھ تشریف فرمادی ہوتے تھے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

### امر بالمعروف

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی سیر الصحابہ جلد 13 ص 58 پر متدرک کے حوالے سے خیرالتابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں راقم ہیں کہ عزلت پسندی اور گوشہ نشینی کے باوجود امر بالمعروف اور نبی عن المنشکر کے فریضہ سے کبھی بیگانہ نہ ہوئے اور اس کی ادائیگی میں فعال رہے جس کی وجہ سے لوگ ان کے دشمن ہو جاتے۔

ابوالاحص روایت کرتے ہیں کہ ”میرے ایک ساتھی کا بیان ہے کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور سلام کے بعد پوچھا کہ اویس تمہارا کیا حال ہے۔ فرمایا الحمد للہ۔ پھر پوچھا زمانہ کا تمہارے ساتھ کیا طرزِ عمل ہے۔ فرمایا یہ سوال اس سے کرتے ہو جس کو شام کے بعد صحیح ملنے کا یقین نہیں اور صحیح کو شام کے ملنے کی امید نہیں۔ میرے مرادی بھائی موت نے کسی شخص کے لیے خوشنی کا محل باقی ہی نہیں رکھا۔ مرادی بھائی خدا کے عرفان میں مومن کے لیے سونے چاندی کی کوئی قیمت نہیں رکھی۔ مرادی بھائی خدا کے کاموں میں مومن کے فرض کی ادائیگی نے ان کا کوئی دوست نہیں چھوڑا ہے۔ خدا کی قسم! چونکہ ہم لوگ لوگوں کو اچھے کاموں کی تلقین کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں اس لیے انہوں نے ہم کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے۔ ہم پر تمہیں رکھتے ہیں لیکن خدا کی قسم ان کا یہ رویہ صحیح حق بات کہنے سے نہیں روک سکتا۔“

فرماتے تھے خدا کے کاموں میں ایسے رہو گویا تم نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا ہے۔ لوگوں کے لیے غائبانہ دعا کرنا ان کی ملاقات سے بہتر ہے کیونکہ اس میں کبھی نمائش اور ریاضیدا ہو جاتا ہے۔

## تقویٰ

آپ تقویٰ اور پرہیزگاری کے پیکر تھے۔ تقویٰ وطہارت کا یہ عالم تھا کہ تین دن اور تین راتیں نہ کھایا اور نہ پیا۔ راستے میں پیاز اور کھانے والی چیز کی ڈلی پڑی ہوئی ملی۔ اسے کھانا ہی چاہتے تھے کہ فوراً خیال آیا کہ حرام نہ ہو۔ اسی وقت پھینک کر چل دیئے لیکن رازقِ مطلق نے غائب سے طعام بہشت کا بندوبست کر دیا۔

## شوقِ جہاد

اگرچہ آپ گنامی کی خاطر گوشہ عزلت سے باہر بہت کم قدم نکالتے تھے لیکن شرفِ جہاد کے حصول کے لیے میدانِ جہاد میں کو دن سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔ اگرچہ صحیح مسلم شریف میں اس کی تصریح نہیں کی گئی لیکن قیاس بلکہ قویٰ یقین یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ سے ملاقات یمن کی جس امدادی فوج میں ہوئی تھی وہ یقیناً جہاد کے سلسلہ میں آئی ہو گی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہٗ خلافت میں ایران، شام، مصر اور وسط ایشیاء کے بعض علاقوں میں جہادِ زور و شور سے جاری تھا۔ مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ) ص 895 پر تحریر ہے کہ آپ معرکہ نہاوند میں شریک تھے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایرانیوں سے ہوا۔ سیر الصحابة ج 13 ص 55 پر اصحابہ کے حوالے سے تحریر ہے کہ آپ آذربائیجان کی جنگ جو 18 ہجری میں لڑی گئی تھی میں شریک ہوئے۔ طبقات ابن سعد نوادرات اور دیگر کئی کتب میں تحریر ہے کہ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ہونے والے معرکہ صفين میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ تفصیل آگے آئے گی۔

دانہ معارفِ اسلامی میں بھی آپ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جنگِ صفين میں شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔

## درِ مصطفیٰ علَوَاللهِ وَسَلَّمَ پہ حاضری

امام التابعین خواجہ قرآن حضرت اولیس القرنی نے رسالتِ مکرمہ ﷺ کا زمانہ پایا اور  
غائبانہ اسلام قبول کیا لیکن عہدِ رسالت میں موجود ہونے کے باوجود وصالِ ظاہری سے محروم  
رہے۔ آپ نادیدہ جمالِ نبوی کے پروانوں میں سے تھے۔ آپ کا شمار ان برگزیدہ  
وارفتگانِ محبت میں ہوتا ہے جن کی تخلیق، ہی عشق و محبت کے خمیر سے تھی۔ آپ نے اپنی ہستی  
کو راہِ عشقِ خدا میں ایسا گم کر دیا تھا کہ ظاہر میں نگاہوں میں ان کی شخصیت، ہی مشکوک ہو کر  
رہ گئی تھی مگر عالمِ باطن کے قوانینِ دنیا نے آب و گل کے قوانین سے ماوراء ہیں۔ وہاں قرب  
و بعد کی منزل کا سوال اور نشان نہیں اور حجابتِ اٹھارہ ہزار عالم بھی بے حیثیت ہوتے ہیں۔  
چشمِ حقیقت نگر (نگاہِ مردمِ مومن) لاکھ حجاوں پر محرومِ تماشہ نہیں رہتی۔ ربطِ باطن بُعد  
و مسافت میں بھی قرب محسوس کرتا ہے۔ اصل شے تاثیر اور جذب و کشش ہے۔

بندگانِ خدا مقربین خدا ہوتے ہیں۔ وہ اپنی اقسامِ فکر و نظر کے خود مالک ہوتے ہیں۔  
ان کے سامنے دنیا آئینہ بن جاتی ہے جس میں وہ لوگوں کے احوال (نیت اور بد نیت) کا  
عکس بے حجاب دیکھنے لگتے ہیں۔ ان کی زندگی کا راستہ براہِ راست اللہ کی راہ نمائی میں طے  
ہونے لگتا ہے۔ سلطان التابعین حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ربطِ باطن بھی براہِ  
راستِ اللہ سے تھا اور بارگاہِ نبوت سے بھی۔ ذاتِ باری تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے  
ذریعے آپ کا تعارف سرورِ کائنات ﷺ سے کر دیا تھا۔ محبت اور محبوب کے مابین ظاہری  
نہیں لیکن باطنی طور پر ربط و تعلق تھا۔ ظاہری ملاقات میں کچھ امر مانع تھے۔ غلبہء حال اور  
استغراق کے باعث آپ حضور اکرم ﷺ کے شرفِ دیدار سے محروم رہے۔ دوسری وجہ  
عہدہ قطبیت مانع تھا۔ عہدِ رسالت میں آپ ہی قطب و ابدال تھے اس لیے مستور الحال

رہتے تھے اور اللہ جل شانہ قطب وغوث کے احوال کو اپنی غیرت کے سبب عوام اور خواص دونوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔ دربار نبوی میں حاضر نہ ہونے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ آپ کے والد گرامی آپ کی کمسنی میں ہی وفات پاچکے تھے۔ آپ کے اہل و عیال بھی نہ تھے آپ کی والدہ تھیں جو ضعیفہ اور ناتابینا تھیں۔ وہ ولیہ تھیں آپ اپنی والدہ ماجدہ ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیتی تھیں۔ آپ دن رات ان کی خدمت و اطاعت میں رہتے تھے۔ قرآن کریم میں اطاعت اللہ و اطاعت الرسول کے بعد والدین کی اطاعت و خدمت کا حکم اکثر مقامات پر ملتا ہے۔ اس لیے حضرت اولیس القرنی حکم ربانی کے پیشِ نظر والدہ کی خدمت میں رہنا ضروری سمجھتے تھے۔ حضرت خواجہ اولیس قرنی اس قدر استطاعت نہ رکھتے تھے کہ اپنی والدہ کو بھی حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے جاسکتے اور نہ ہی ان کو ایک لمحہ کے لیے تہاچھوڑ سکتے تھے۔ اس لیے زیارتِ نبوی سے محروم رہے۔

### حیاتِ مادرِ مہربان میں سفرِ مدینہ ۰

دیدارِ جمالِ مصطفیٰ کے شوق اور عشقِ حبیبِ خدا نے حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انتہائی بے قرار کر دیا۔ آپ ماہی بے آب کی طرح ہمہ وقتِ ترپنے لگے تو ایک دن ہمت کر کے والدہ ماجدہ سے رخصت کی اجازت طلب کر ہی لی۔ والدہ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ آٹھ پہر (24 گھنٹے) میں واپس میرے پاس آ جانا۔ آپ نے ضرورت کی تمام چیزیں ان کے پاس رکھیں اور کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر اضطراری میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ گلیمی پاجامہ پہنے کندھے پر کمل ڈالے پر انگندہ بال ننگے پاؤں بے تابی سے بھاگے چلے جاتے تھے۔ قرن سے مدینہ کا طویل سفر پاپیادہ طے کر کے دیا ر حبیب پہنچے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مجرہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے ہیں تو امام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ جب حضور اکرم ﷺ گھر تشریف

لائیں تو آپ ﷺ سے میرا اسلام عرض کر دیجئے گا۔ والدہ ماجدہ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کا انتظار کیے بغیر واپس لوٹ آئے۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو ایک ہالہ نور کا دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ یہاں کون آیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک شتر بان تھا جو سلام کہہ کر چلا گیا۔ یہ سن کر نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تحقیق یہ نور اولیٰں قرنی کا ہے۔

بعض کتب میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ زیارتِ حبیب کبریٰ ﷺ کا اشتیاق حضرت اولیٰں قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس قدر غالب آگیا کہ آپ نے مدینہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ادھر آنحضرت ﷺ کو مدینہ سے باہر جانا پڑ گیا۔ لیکن نبی مکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ میرے جانے کے بعد ایک مہماں آئے گا جب وہ آئے تو اس کی مہماں نوازی کرنا اور اس کا اچھی طرح خیال رکھا جائے کیونکہ وہ بڑا متقدی شخص ہے اگر وہ رکنا نہ چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے مگر اس کی شکل و صورت یاد رکھی جائے۔ یہ ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ کسی غزوہ میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت اولیٰں مدینہ تشریف لائے لیکن جب معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ مدینہ میں تشریف فرمانہیں ہیں تو اسی وقت واپس لوٹ گئے۔ انہیں روکنے کی بہت کوشش کی گئی لیکن حضرت اولیٰں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ رکے۔ کوئی خاطر بھی نہ کروائی۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ کیا کوئی مہماں آیا تھا؟ ام المؤمنین نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ یمن سے ایک شخص آیا تھا اس کی شکل و صورت چرواہوں جیسی تھی۔ آپ ﷺ کی عدم موجودگی کی خبر پا کر ایک لمحہ کے لیے بھی نہ ٹھہر اور چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہیں معلوم ہے وہ کون تھا؟ عرض کیا نہیں یا رسول اللہ۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ وہ اولیٰں قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا جو میری زیارت کے لیے یہاں آیا تھا مگر وہ زیارت کی حرست دل میں لیے واپس لوٹ گیا۔ وہ ٹھہر نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کی والدہ بوڑھی اور نابینا ہے۔ اس کی نگہداشت کرنے والا اس

کے سوا کوئی نہیں ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا سچا محبت ہے۔ ذکر الہی اس کا شغل ہے اور دنیا کی کسی چیز سے متاثر نہیں۔ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول خدا کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو آپ کو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام و مرتبہ پر رشک آنے لگا۔ اور عرض کیا ”یا رسول اللہ وہ شخص کس قدر عظیم ہو گا جس کی عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ کی توصیف ذات باری تعالیٰ اور محبوب خدا ﷺ کریں۔“

مولانا روم نے مشتوی میں لکھا ہے کہ بعض اولیاء مشہور ہوئے ہیں اور بعض مستور۔ بعض انبیاء کرام ایسے مستور اولیاء کی ملاقات کی آرزو رکھتے تھے جیسے کہ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا قصہ ہے چنانچہ نبی مہربان ﷺ آرزو فرمایا کرتے تھے واشوقاہ الی لقاء اخوانی (اور مجھے اپنے بھائیوں سے ملنے کا شوق ہے)

اس دعا کے نتیجہ میں آپ ﷺ کو بارگاہ الی سے القاء ہوا کہ خاصان الی میں سے کسی کی ملاقات آپ سے ضرور ہوگی۔ اسی امید پر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ خاصان الی میں سے ایک شخص ضرور ہمارے گھر آئے گا اگر اتفاقاً میں گھر پر موجود نہ ہوں تو اس مہمان سے عزت و احترام سے پیش آنا۔ اور میرے آنے تک اسے باعزت بٹھانا۔ اگر وہ میرا انتظار نہ کریں تو ان کا حلیہ یاد رکھنا۔

چنانچہ ایک روز ایسا ہوا کہ مقرب الی حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ حضور اکرم ﷺ کی بابت دریافت فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی عزت و تکریم کرتے ہوئے فرمایا: آپ اندر تشریف لائیں۔ میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو سکوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں اندر نہیں آ سکتا۔ حضور ﷺ کو میرا اسلام عرض کر دینا۔ یہ کہہ کر آپ واپس لوٹ آئے۔ آنحضرت ﷺ جب گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کا تشریف لانا اسلام عرض کرنا اور آپ کا حلیہ بیان فرمایا۔

مولانا روم لکھتے ہیں کہ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو دریا کی طرح بہہ نکلے آپ ﷺ بیہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو اسرار و موز کی باتیں سننے میں آئیں۔ (ذکر اویس ص 103)

### سفر مدینہ بار دیگر

حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد بار دیگر مدینہ طیبہ کا سفر کیا۔ مدینہ طیبہ میں درِ مصطفیٰ کی حاضری کے بارے حضرت سلطان ولد نے اپنی کتاب ”مثنوی“ میں لکھا ہے رسول اکرم ﷺ کی رحال (وفات) کے بعد حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ ﷺ کے روضہ مقدسہ کی زیارت کا شوق غالب آیا۔ اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما چکی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ سے سوال کیا۔ آپ نے حضور اکرم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کی زیارت سے کیوں شرف حاصل کیا۔ حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری والدہ بیمار رہتی تھیں اور مجھے اپنے پاس سے کہیں نہیں جانے دیتی تھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا، ہم نے تو اپنے مال و متاع اور ماں باپ کو بھی حضور اکرم ﷺ کی محبت اور شوق میں قربان کر دیا اور آپ فقط اپنی ماں کو چھوڑ کر نہ آسکے۔ آپ نے فرمایا کہ آپ حضرات کو تو حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ ذرا حلیہ شریف تو بیان فرمائیے صحابہ کرام آپ ﷺ کی ظاہری صورت اور دیگر اعضاء شریفہ کی بعض نشانیاں اور کچھ معجزات بیان فرمانے لگے۔ حضرت خواجہ اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میری مراد حضور اکرم ﷺ کی ظاہری شکل و صورت سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کی باطنی شکل و صورت اور معنوی جمال دریافت کرتا ہوں۔ وہ بیان فرمائیے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا، ہمیں جس قدر معلوم تھا بیان کردیا اگر اس سے زیادہ آپ کو معلوم ہو تو بیان فرمائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خواجہ قرن کو سرور کائنات ﷺ سے کس قدر عشق و محبت تھی۔ اور  
کتنا قرب باطنی حاصل تھا۔

### دیدارِ گنبدِ خضرا

اخلاق جہانگیری میں خلاصہ الحقائق کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”جب خیر الاتابعین  
حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مسجد نبوی کے دروازے پر  
آکر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے کہا یہ روضہ رسول ﷺ ہے۔ آپ یہ سن کر بے ہوش  
ہو گئے۔ ہوش آیا تو فرمایا مجھے اس شہر سے باہر لے چلو کیونکہ جس سر زمین میں حضور سرور  
کائنات ﷺ محو استراحت ہیں وہاں میرا رہنا مناسب نہیں ہے ایسی مقدس اور پاکیزہ  
زمین پر قدم رکھنا بے ادبی ہے۔“

مولانا خالق دارؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور  
اکرم ﷺ کی رحلت کی خبر سنی تو مدینہ روانہ ہوئے لیکن مدینہ منورہ کے قریب پہنچ ہی تھے  
کہ معا خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ میرے پاؤں زمین پر ہوں اور حضور اکرم ﷺ کی ذات  
اقدس زیر زمین ہو۔ آپ واپس پلٹ آئے۔

کسی واقعہ کی تحقیق سے متعلق تاریخ کے چار اصول متعین ہیں کہ واقعہ کہاں، کب، کیسے  
اور کیوں پیش آیا۔ حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مدینہ طیبہ حاضری کے  
واقعہ کو کسی بھی سیرت نگار یا مؤرخ نے کسی مستند کتاب میں نامعلوم وجوہات کی بناء پر جگہ نہیں  
دیتا ہم جن لوگوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے انہوں نے وقت کے بارے میں کچھ نہیں  
لکھا کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کب بارے میں مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اگر آپ  
حضور اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد (جیسا کہ محبت و عشق کا تقاضا بھی ہے) تشریف  
لائے تو حضور اکرم ﷺ کی وصیت کے مطابق جبکہ مبارک حضرت اویس القرنی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے تھا۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ذکر ہے۔  
نبی مکرم ﷺ نے حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد اور ان کی ایک ایک علامت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتا دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرا سلام ان کو پہنچانا اور امت کے لیے دعائے مغفرت کرانا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد دس سال تک آپ کا انتظار کرتے رہے۔ دائرة معارفِ اسلامی کی تحقیق کے مطابق 17ھ کے بعد مکہ میں حج کے موقع پر میدان عرفات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی بار ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ کی وصیت پر عمل درآمد کا موقع ملا۔ دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی علمتوں کا مشاہدہ کیا اور آپ ﷺ کا سلام حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچایا۔ اور خواجہ قرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امت کے لیے دعائے مغفرت کرائی۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اس موقع پر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اکرم ﷺ کا جگہ مبارک بھی حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور حقیقت قرین قیاس بھی ہے۔

بہر حال حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بار دیگر مدینہ منورہ تشریف لانے کا واقعہ پُر اسرار ہے جس کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلومات حاصل ہیں۔ ممکن ہے آپ روضہ رسول پر حاضری کے لیے خفیہ طور پر تشریف لائے ہوں اور روضہ اقدس پر حاضری دے کر تمام لوگوں کو ملے بغیر واپس قرن تشریف لے گئے ہوں۔

مختصر یہ کہ محبت کو معلوم ہو گا یا پھر محبوب کو؟

عین ممکن ہے منشاء و رضاۓ الہی بھی یہی ہو کہ ایک مستور الحال ولی اللہ کے درِ محبوب پر حاضری کے واقعہ کو مخفی اور پوشیدہ رکھا جائے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے آپ کب اور کیسے مدینہ بار دیگر تشریف لائے۔

## باب 6

### وارث جبہ اور تعارف

حضرت شیخ فرید الدین عطاء رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”تذکرۃ الاولیاء“ میں لکھتے ہیں کہ آپ جلیل القدر تابعین اور مقتداۓ اربعین میں سے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ”اویس احسان و مروت کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہیں۔“ بعض اوقات آپ ﷺ روئے مبارک جانب یمن کر کے فرمایا کرتے تھے کہ ”میں یمن کی جانب سے رحمت کی ہوا آتی ہوئی پاتا ہوں۔“ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”روزِ محشر ستر ہزار ملائکہ کے جلو میں جو اویس قرنی کے شبیہ ہوں گے کو جنت میں داخل کیا جائے گا تاکہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہے اس لیے کہ آپ نے خلوت نشین ہو کر اور مخلوق سے روپوشنی کر کے محض اس لیے عبادت و ریاضت کی کہ دنیا آپ کو برگزیدہ تصور نہ کرے اور اسی مصلحت کے پیش نظر روزِ محشر آپ کی پرده داری قائم رکھی جائے گی۔“

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”میری امت میں ایک ایسا شخص ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ رنج اور مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا اور جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا ایک بندہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں اس کا اصل نام کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اویس قرنی ہے۔“

صحابہ کرام نے پوچھا کہ کیا وہ کبھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کبھی نہیں لیکن چشم ظاہری کی بجائے چشم باطن سے اس کو میرے

دیدار کی سعادت حاصل ہے اور مجھ تک نہ پہنچنے کی دو وجہات ہیں:

### اول: غلبہ حال

دوم: تعظیم شریعت کیونکہ اس کی والدہ مومنہ بھی ہیں اور ضعیف اور نابینا بھی ہیں۔ اولیس شتر بانی کے ذریعے ان کے لیے معاش حاصل کرتا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ کیا ہم ان سے شرفِ نیاز حاصل کر سکتے ہیں۔ تو حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ نے فرمایا (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر) تم اسے نہ دیکھو گے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھیں گے۔ اور ان کی شناخت اور تعارف یہ ہے۔ پورے جسم پر بال ہیں۔ ہتھیلی کے باہمیں پہلو پر ایک درہم کے برابر سفید رنگ کا داغ ہے لیکن وہ برص کا داغ نہیں لہذا ”جب ان سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچانے کے بعد میری امت کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا پیغام بھی دینا۔“

”پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے خرقہ (جُبہ) کا حقدار کون ہے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ نے فرمایا اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔“

(تذکرة الاولیاء باب 2 ص 8)

حضرت اولیس قرنی کی شناخت تعارف اور ایک ایک علامت اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سید الانبیاء صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کو بتادی تھی اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ نے یہ علامات صحابہ کرام کو بتادی تھیں جیسا کہ صحیح مسلم شریف کی حدیث نمبر 223 تا 225 میں تحریر ہے۔ صحیح مسلم جلد ششم باب الفضائل میں اولیس قرنی کا تعارف ان احادیث کی روشنی میں کرایا گیا ہے۔  
اہل کوفہ کی توقیر

اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ کوفہ کے لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ ان میں ایک شخص تھا جو حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ٹھٹھا کرتا تھا کیوں کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں اور اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا حال چھپاتے تھے۔ (امام نووی نے کہا کہ عارفوں کا یہی طریقہ ہے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

یہاں قرن کا بھی کوئی آدمی ہے وہ شخص آیا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اس کا نام اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ وہ یمن میں کسی کو نہ چھوڑے گا۔ (اپنے عزیزوں میں سے) سوائے اپنی ماں کے۔ اس کو (برص کی) سفیدی ہو گئی تھی تو اس نے اللہ سے دعا کی۔ اللہ نے وہ سفیدی اس کے بدن بے دور کر دی مگر ایک دینار یا درہم کے برابر باقی ہے جو کوئی تم میں سے اسے ملے اپنے لیے اس سے دعا کر دے۔“ (جدید مظاہر حق اور مسلم شریف حدیث نمبر 223)

2- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بہتر تابعی ایک شخص ہے جس کو اویس کہتے ہیں اس کی ایک ماں ہے اور اس کو ایک سفیدی تھی تم اس سے کہنا کہ تمہارے لیے دعا کرے۔ (مسلم شریف حدیث 224)

3- اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب یمن سے مدد کے لیے لوگ (یعنی وہ لوگ جو ہر ملک سے لشکر اسلام کی مدد کے لیے جہاد کرنے کے لیے آتے) آتے تو وہ ان سے پوچھتے تم میں سے اویس بن عامر بھی کوئی شخص ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حضرت اویس کے پاس آئے کہ تمہارا نام اویس ابن عامر ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تم قبیلہ عامر سے ہو انہوں نے کہا ہاں پوچھا قرن میں سے ہو انہوں نے کہا ہاں پوچھا تم کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر درہم کے برابر باقی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پوچھا تمہاری ماں ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تمہارے پاس اویس بن عامر آئے گا جو یمن والوں کی کمکی فوج کے ساتھ ہو گا۔ وہ مراد قبیلہ کا ہے جو قرن کی شاخ ہے۔ اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ اگر خدا کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو خدا اس کو سچا کرے پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سے اپنے لیے دعا کرانا۔ تم دعا کرو میرے لیے۔ اویس نے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تم کو حاکم کوفہ کے نام خط لکھ دوں۔ انہوں نے کہا مجھے خاکساری میں رہنا اچھا لگتا ہے۔ جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے رئیسون میں سے ایک شخص نے حج کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال پوچھا۔ وہ بولا میں نے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حال میں چھوڑا کہ اس کے گھر میں اسباب کم تھا اور وہ تنگ تھے (خرج سے)۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ سے سنا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ فرماتے تھے کہ اویس بن عامر تمہارے پاس یمن والوں کے امدادی لشکر کے ساتھ آئے گا۔ وہ مراد میں سے ہے اور پھر قرن میں سے۔ اس کو بُرُص تھا وہ اچھا ہو گیا مگر ایک درہم کے برابر باقی ہے۔ اس کی ایک ماں ہے جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہے اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کو سچا کرے پھر اگر تم سے ہو سکے تو اس سے دعا (دعا یعنی بخشش) کرا۔“ وہ شخص یہ سن کر اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس آیا اور کہنے لگا میرے لیے دعا کرو۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو ابھی نیک سفر کر کے واپس آرہا ہے (یعنی حج سے) میرے لیے دعا کرو پھر وہ شخص بولا میرے لیے دعا کرو۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہی جواب دیا۔ پھر پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا۔ وہ شخص بولا ہاں ملا۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لیے دعا کی۔ اس وقت لوگ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ سمجھے۔ وہ وہاں سے سید ہے چلے۔ اسیرنے کہا ان کا لباس چادر تھا۔ جب کوئی آدمی ان کو دیکھتا تو کہتا اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چادر کہاں سے آئی (مسلم شریف حدیث 225)

## صحابہ کرام سے ملاقات

مسلم شریف کی حدیث نمبر 223 تا 225 کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے ان احادیث میں پہلے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ارشاد نبوی میں حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شناخت سے متعلق علامات کا تذکرہ ملتا ہے نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی گئی ہے کہ حضرت اویس القرنی ان کے پاس آئیں گے ان سے اپنے لیے دعائے مغفرت کرائیں اگلی حدیث میں دربار نبوی سے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خوبصورت لقب "خیر التابعین" کے عطیے کا تذکرہ ملتا ہے جوان کی مناقبت اور شان مبارک کا مظہر ہے۔ آخری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ارشاد نبوی کے اتباع کے لیے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لیے کس قدر بے قراری سے ان کی جستجو میں رہے۔ قافلہ اہل یمن کا ہوتا یا اہل کوفہ کا ان سے حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں استفسار فرماتے رہے۔ آخر حضور اکرم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یمن سے وہ قافلہ جہاد کے لیے مکہ پہنچ ہی گیا جس میں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ ہی گئے اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ان کو پہنچایا اور آپ سے دعائے مغفرت بھی کرائی۔ یہ بات پہلے ہی واضح کی جا چکی ہے کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہاد کا بہت اشتیاق تھا اور یمن سے جہاد کے لیے آنے والی امدادی فوج میں اس لیے شامل تھے۔ تیری روایت بطور خاص اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اس وقت حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ابھی زندہ تھیں کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ہونے والے مکالمے اور سوالات و جوابات سے تو یہی تاثرا بھرتا ہے تاہم اس روایت سے یہ پتا

نہیں چلتا کہ یمن کی امدادی فوج مکہ کب آئی۔ دائرة معارفِ اسلامی میں لکھا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات اس وقت ہوئی جب آپ ایام حج میں میدان عرفات میں لوگوں (اہل یمن) کے اونٹ چرار ہے تھے اور یہ ملاقات 17ھ کے بعد خلافت کے آخری سال (23ھ) میں ہوئی تفصیل آگے آرہی ہے۔

**حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی متعدد روایات**

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں دس سال تک حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش اور انتظار میں رہے۔ پھر یمن کی امدادی فوج کے ساتھ آپ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی جیسا کہ مسلم شریف کی روایت نمبر 225 گذر چکی ہے۔

منظار حق جدید (شرح مشکواۃ شریف) میں مسلم شریف کی آخری دور روایات (حدیث نمبر 224 اور 225) کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کا لب لباب اور الفاظ تقریباً بالکل وہی ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آگے چل کر لکھا گیا ہے کہ حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جو آثار و اخیار منقول ہیں ان کو علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جوامع الجوامع میں جمع کیا ہے۔ مظاہر حق جدید میں آگے چل کر مزید لکھا ہے کہ:

سیوطی کہتے ہیں اسیر بن جابر روایت کرتے ہیں کہ ”جب تک اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نہیں پہنچ تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے آنے والے ہر اسلامی لشکر اور قافلے سے حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے امدادی لشکر کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ شاخت کے لیے سوال و جواب ہوئے اور بعد ازاں حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فے سے

آنے والے ہر قافلے سے حضرت اولیس قرنی کے احوال دریافت کیا کرتے تھے۔“

حضرت اسیر بن جابر کی ایک اور روایت پیش خدمت ہے۔

”اسیر بن جابر کا بیان ہے کہ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ دنوں کوفہ سے چند لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں ایک وہ شخص بھی تھا جو حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ دوران گفتگو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کا تعلق قرن سے ہو۔ ان لوگوں نے اس شخص کو آگے کر دیا جو حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذاق اڑایا کرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے تو اس کے سامنے وہ حدیث بیان کی جو آنحضرت ﷺ نے حضرت اولیس قرنی کی شان میں بیان فرمائی تھی اور پھر اس شخص سے بولے میں نے سنا ہے کہ وہ یمنی (حضرت اولیس) کوفہ میں تم لوگوں کے ہاں پہنچا ہوا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا ہمارے تو کوئی ایسا شخص نہیں ہے اور نہ ہم کسی ایسے شخص کو پہچانتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں ہو گا کہ وہ شخص تمہارے ہاں ہی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی علامات بتائیں کہ اس طرح خراب وختہ حال ہے۔ اس شخص نے کہا کہ ہاں ایک ایسا شخص ہمارے ہاں ہے۔ اس کا نام اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور ہم اس کا مذاق اڑایا کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب تم کوفہ جاؤ تو اس شخص سے ضرور ملنا اور اپنی گستاخیوں اور بے ادبیوں کی معافی مانگنا وہ شخص کو فے وارد ہوا اور وہاں پہنچ کر اپنے گھروں کے پاس بعد میں گیا۔ پہلے حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو دیکھا تو بولے میرے تینیں تمہارے رویے میں یہ تبدیلی کیسی؟ اس شخص نے کہا میں نے آپ کی تعریف امیر المؤمنین سے سنی ہے۔ آپ کے بارے میں انہوں نے سب کچھ بتا دیا ہے لہذا آپ مجھ کو معاف فرمادیجھے۔ میں نے آپ کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے اس سے درگز رفرما یئے اور میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیے۔ حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہارے لیے

دعاۓ مغفرت کیے دیتا ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ میرے بارے میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کہا ہے اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرو گے۔ اس کے بعد انہوں نے دعاۓ مغفرت کی۔ اسی بن جابر بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام کو فے والوں کو معلوم ہوا۔” (منظار حق جدید)

(2) ”حضرت یحییٰ بن سعید المسیب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو آواز دی کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں بولا یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں جو حکم ہو بجالانے کو تیار ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب مجھ کو آواز دی تو میں نے گمان کیا کہ آپ ﷺ مجھے کسی کام کے لیے کہیں بھیجیں گے لیکن پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری امت میں ایک شخص ہو گا جس کو اولیس کہا جائے گا اس کے بدن کو برص کی بیماری لاحق ہو گی وہ دعا کرے گا۔ اللہ اس کی بیماری دور کر دے گا مگر اس کا ایک داغ اس کے پہلو میں رہے گا تم اس کو دیکھو گے تو تمہیں عز و جل یاد آ جائے گا۔ جب تم اس سے ملوتو اس کو میر اسلام پہنچانا اور اس سے اپنے لیے دعاۓ مغفرت کی درخواست کرنا کیونکہ وہ اپنے پروردگار کے ہاں ایسا معزز اور بزرگ ہے کہ اگر اللہ کے بھروسے پر کسی بات پر قسم کھابیٹھے تو اللہ اس کی قسم پھی کرے۔ وہ اللہ سے اتنے لوگوں کی شفاعت کرے گا جتنے ربیعہ اور مضر جیے کثیر القوم قبیلوں میں افراد بھی نہیں ہیں۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں یہ فرمان نبوی سننے کے بعد میں نے اس شخص کی تلاش کی۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی کی لیکن میں اس شخص کو نہ پاسکا۔ پھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بھی اس کی ٹوہ میں رہا مگر اس تک نہیں پہنچ سکا۔ پھر جب میرا عہد خلافت و امارت آیا میں اور تلاش و جستجو میں لگ گیا۔ یہاں تک کہ مختلف شہروں اور علاقوں سے جو بھی قالے آتے تو میں ہر ایک سے یہی سوال کرتا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کا نام اولیس ہوا اور وہ قبیلہ مراد سے تعلق رکھتا ہوا اور قرن

کا ہو۔ اسی تلاش و جستجو کے دوران ایک دن قرن سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مجھ سے کہا۔ یا امیر المؤمنین آپ جس شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں وہ میرا چچا زاد ہے لیکن وہ تو نہایت خستہ حال کم رتبہ اور بے حیثیت شخص ہے۔ بھلا وہ اس درجہ کا کب ہے کہ آپ جیسی بستی عظیم اس کا حال دریافت کرے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ مجھ کو ایسا لگ رہا ہے تو اس شخص کی شان میں ایسے حقارت آمیز الفاظ استعمال کر کے ان لوگوں میں سے ان کے بارے میں گستاخانہ رو یہ اختیار کرنے کے سبب ہلاکت میں پڑنے والے ہو۔ میں اس شخص سے یہ کہہ بی رہا تھا کہ اچانک ایک اونٹ آتا دکھائی دیا جس پر ایک بوسیدہ پالان بندھا ہوا تھا اور اس پالان میں ایک ایسا شخص بیٹھا ہوا تھا جس نے پھٹے پرانے کپڑوں سے اپنے جسم کا کچھ حصہ ڈھانک رکھا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ یہی شخص اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ پھر میں اس کی طرف پکا اور اس سے پوچھا کہ بندہ خدا تو ہی اویس قرنی ہے اس شخص نے جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں سلام کہا تھا۔ وہ شخص بولا! علی رسول اللہ السلام و علیکم یا امر المؤمنین۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ مجھے یہ حکم ہے کہ تم میرے لیے دعائے مغفرت کرو اس کے بعد میرا معمول ہو گیا کہ ہر سال حج کے موقع پر اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کرتا۔ اپنے احوال و اسرار ان سے بیان کرتا اور وہ مجھ سے اپنے احوال و اسرار بیان کرتے۔ (منظہ ہرق جدید ص 894)

اس روایت میں اس بات کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا کہ یہ ملاقات کہاں ہوئی۔ قالے تو جہاد کے لیے آتے ہوں گے یا پھر حج کے لیے۔ جہادی قافلوں کی آمد کا مرکز دار الخلافہ مدینہ منورہ ہو سکتا ہے۔ جبکہ حج کے لیے ہر سال مملکتِ اسلامیہ کے اطراف و اکناف سے قالے حج اور جہاد کے لیے آتے تھے۔ اغلب خیال یہی ہے کہ یہ پہلی ملاقات دار الخلافہ مدینہ میں ہوئی ہو گی یا پھر حج کے ایام میں مکہ مکرمہ میں۔ دائرۃ المعارف اسلامی ص 570 پر تحریر ہے کہ اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کی امدادی فوج کے ساتھ 17ھ کے بعد مدینہ منورہ آئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت اویس القرنی کی دوسری ملاقات

ایام حج میں مکہ مکرمہ میں میدان عرفات کے قریب ہوئی۔ یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سال تھا۔

(3) ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حج کے دنوں میں قرن کے لوگ آئے تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو ان میں سے ایک شخص بولا اے امیر المؤمنین بھلا اس شخص سے آپ کا کیا واسطہ؟ وہ تو کھنڈرات میں پڑا رہتا ہے۔ لوگوں کو ملنے سے اجتناب کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تم واپس جاؤ تو اس کو میرا سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ مجھ سے ملاقات کرے۔ اس شخص نے واپس جا کر پیغام پہنچایا تو حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا تمہارے بدن پر سفیدی تھی اور تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس سفیدی کو تمہارے بدن سے دور کر دیا تھا اور پھر تم نے دعا کی تھی کہ اس سفیدی کا کچھ نشان باقی رہے۔ اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے ہاں۔ لیکن اے امیر المؤمنین یہ سب کچھ آپ کو کس نے بتایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ میں تم سے اپنے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کروں چنانچہ حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا اے امیر المؤمنین آپ میرے احوال اور شخصیت لوگوں سے پوشیدہ رکھیں اور پھر واپس جانے کی اجازت مانگی۔

(شرح مشکواۃ شریف مظاہر حق جدید ص 895)

(4) علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی نے مظاہر حق جدید میں سعید بن مسیب سے منسوب ایک روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کے موقع پر منی میں اہل قرن سے ملاقات کر کے ان کے ذریعے سے حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ اور آپ ﷺ کا سلام بھیجا۔

اسی طرح صعصہ بن معاویہ کی روایت کا تذکرہ بھی ملتا ہے جس میں اہل کوفہ سے آپ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات دریافت کیے اور آپ کے مناقب بتائے۔

5۔ علامہ اسلم جیرا چپوری نے نوادرات میں صفحہ 57 پر حافظ ابو یعیم کی کتاب حلیۃ الاولیاء کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اصحابِ خاص کے حلقہ میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ جنتی شخص نماز پڑھے گا۔ مجھے امید ہوئی کہ شاید وہ میں ہوں تو یہ مسجد گیا اور آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ سب لوگ چلے گئے تو ایک سیاہ چردہ مرد پیوند لگا تہبند باندھے ہوئے آیا۔ آپ ﷺ سے مصافحہ کیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمائیے حضور اکرم ﷺ نے اس کے لیے شہادت کی دعا فرمائی۔ اس کے جسم سے مشک اذفر کی مہک آرہی تھی۔ میں نے پوچھا یہی وہ شخص ہے؟ فرمایا ہاں۔ یہ غلام ہے اور فلاں خاندان کی ملکیت ہے۔ میں نے کہا آپ ﷺ اسے خرید کر آزاد فرمادیتے۔ جواب دیا کہ مجھے اس سے کیا جب اللہ تعالیٰ نے اسے جنت کے بادشاہوں میں سے بتایا ہے۔ اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں بھی ملوک اور سادات ہیں اور یہ جبشی جنت کے انہی ملوک اور سادات میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان پاک نفس مخفی فرمان برداروں کو پسند کرتا ہے ”جن کے بال پریشان چہرے خاک آلود اور شکم بجز کسب حلال کے بھوکے اور لا غرر ہتے ہیں امیروں کے یہاں جب وہ باریابی چاہتے ہیں تو نہیں ملتی، نازنینوں سے نکاح کا پیغام دیتے ہیں تو قبول نہیں کیا جاتا، غائب رہتے ہیں تو تلاش نہیں کیے جاتے۔ حاضر رہتے تو کوئی بات نہیں کرتا یا پوچھتا۔ نہ بیماری میں کوئی عیادت کو آتا ہے اور نہ مرنے کے بعد نہ کوئی ان کے جنازے میں شرکت کرتا ہے۔“

لوگوں نے پوچھا کہ ایسا شخص ہم کو کیسے ملے۔ فرمایا کہ ایسا شخص اویس قرنی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا اولیس قرنی کون؟ کہا کہ بھور بالوں والا سرگیں چشم ہے۔ راست قد، برکشادہ، رنگت مائل بہ سرخی۔ تھوڑی سینے سے لگی ہوئی۔ نظر نیچی (سجدہ گاہ پر جمی ہوئی) دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر کھے ہوئے قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے نفس پر روتا ہے دو سے تیسرا لباس نہیں۔ ایک گلیمی تہبند اور ایک گلیمی ردا (چادر)۔ زمین میں گمنام ہے آسمانوں میں مشہور ہے۔ اگر وہ اللہ پر قسم دلائے تو اللہ اس کو پوری کرے۔ ہاں یاد رکھوں آسمانوں کے منڈھے کے نیچے ایک چمکتی ہوئی سفیدی ہے۔ قیامت کے دن جب نیک بندوں کو کہا جائے گا کہ جنت میں جاؤ اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہو گا ٹھہر جاؤ اور سفارش کرو۔ اس کی شفاعت سے ربیعہ اور مضر جتنے لوگوں کو اللہ بخش دے گا۔ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تم اس سے ملنا تو اس سے درخواست کرنا کہ وہ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے۔

یہ دونوں حضرات اس کے بعد بیس سال تک اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں رہے یہاں تک کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری سال حج کے موقع پر خود یمنی قبائل میں جا کر آواز لگائی کہ تم میں قبیلہ مراد کا اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامی کوئی شخص ہے۔ یہ سن کر ایک بوڑھا شیخ لمبی داڑھی والا اٹھا اور کہا کہ ہم اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو نہیں جانتے البتہ میرا ایک بھتیجا اس نام کا ہے لیکن وہ گمنام اور بے ما یہ ہے۔ یہ رتبہ نہیں رکھتا کہ امیر المؤمنین کے پاس اس کا ذکر ہو۔ وہ ہمارے اونٹ چرانے گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہاں ملے گا۔ بولا میدان عرفات میں یہاں پیلو کا جنگل ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں اونٹ پر (بروایت دیگر گدھے پر) سوار ہو کر تیزی کے ساتھ وہاں پہنچ دیکھا کہ وہ شخص ایک درخت کے سایہ میں نماز پڑھ رہا ہے اور اونٹ اردو گرد چر رہے ہیں (بقول ابن سعد اونٹ فرشتہ چرار ہاتھا)۔

ان لوگوں نے جاتے ہی سلام کیا۔ اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز ختم کی اور جواب

دیا و علیکم السلام۔ ان لوگوں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا اونٹوں کا چرواہا ہوں۔ اور ان کے مالکوں کا نوکر۔ بولے کہ ہم نام پوچھتے ہیں۔ کہا کہ عبد اللہ۔ فرمایا کہ زمین و آسمان کی کل چیزیں عبد اللہ ہیں۔ (ضیاء النبی میں ہے کہ میرا نام عبد اللہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ہم سب عبد اللہ ہیں) ہم کو تمہارا وہ نام مطلوب اور درکار ہے جو تمہاری ماں نے رکھا ہے۔ کہا کہ اس سے کیا مقصد ہے؟ کہا نبی کریم ﷺ نے ہم سے اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف بیان کیے تھے۔ جن میں بورے بال اور سرگمیں آنکھیں تو ہم دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے دائیں کندھے کے نیچے کوئی چمکتی ہوئی سفیدی ہو تو دکھادوا اگر ہو گی تو تم وہی شخص ہو۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کندھے سے کمبل اٹھایا تو سفیدی نظر آئی۔ ان دونوں حضرات نے لپک کر چوم لیا اور کہا بے شک تم ہی اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو۔ ہمارے لیے دعائے مغفرت مانگو۔ اللہ تمہاری مغفرت کرے گا۔

اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں استغفار میں کسی کو مخصوص نہیں کرتا نہ اپنے کو اور نہ اولاد آدم میں سے کسی اور کو بلکہ جمیع مؤمنین و مؤمنات و مسلمین و مسلمات کے لیے خواہ بر میں ہوں یا بحر میں مغفرت طلب کرتا ہوں۔ پھر کہا اللہ تعالیٰ نے تو میرا حال آپ دونوں پر ظاہر کر دیا اب آپ اپنی بھی تعریف فرمائیے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ یہ سن کر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر و قد کھڑے ہو گئے سلام کیا اور کہا ”اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امت کی طرف سے اور اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو اپنی ذات کی طرف سے جزاۓ خیر دے۔“

حضرت عمر نے کہا ”تم اسی جگہ رہو میں مکہ میں جاتا ہوں تمہارے خرچ کے لیے کچھ عطیہ اور پہنچنے کے لیے کپڑا لاتا ہوں۔ دیکھو اسی جگہ ملنا۔“ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ”میں ملنے کا وعدہ نہیں کرتا اور آج کے بعد میری اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات بھی نہ ہو گی۔ مجھے عطیہ کی کیا ضرورت ہے اور میں کپڑے لے کر کیا کروں گا۔“

میرے جسم پر گلیمی تہبند اور گلیمی چادر ہے۔ میرے پاؤں میں تمہارا جو تیار ہیں اور چرائی کی مزدوری میں چار درہم بھی ہیں یہ کافی ہیں۔ اے امیر المؤمنین! میرے اور آپ کے آگے ایسی پُر خطرگھائی ہے جس کو وہی پار کر سکتا ہے جو لا غرمان سبک بار اور چست گام ہو۔ اس لیے بوجھ ہلکار کہیے۔ اللہ آپ پر حم کرے۔“

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ بات سنی تو درہ زمین پر دے مارا اور چلا کر روئے کہ کاش عمر کی ماں عمر کو نہ جنتی کاش وہ بانجھ ہوتی۔“ اور اس کے بعد حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ”اے امیر المؤمنین! آپ روانہ ہوں تو میں اس طرف جاؤں۔“ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ پلٹے اور حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ ہانکتے مالکوں کے پاس لے گئے۔ چرائی سے معافی چاہی اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔

6۔ ملاقات کے سلسلہ میں اسی طرح کی ایک روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلافت کے دسویں سال کے بعد ایام حج میں میدان عرفات کے قریب اور اک کی جھاڑیوں میں اونٹ چراتے وقت ان کی ملاقات حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ سوال وجواب ہوئے۔ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کا سلام ان کو پہنچایا اور پیغام بھی۔ پھر دعائے مغفرت کے بعد آپ کوفہ چلے گئے۔ اور وہاں عزلت نشینی میں رہنے لگے۔

اسی روایت کو ضیاء النبی جلد پنجم باب ”معیبات رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ“ میں بیان کیا گیا ہے جس کا تعلق دوسری ملاقات سے ہے۔

### جبہ مبارک اور حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وارث جبہ کے عنوان میں ایک روایت بیان کی جا چکی ہے کہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ نے وفاتِ ظاہری کے وقت اپنے جبہ مبارک کا حقدار حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا تھا اور ان سے امت کے لیے دعائے مغفرت کی بابت ہدایت فرمائی تھی اس روایت کا ذکر تذكرة الاولیاء میں شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

نبی مکرم ﷺ کے وصال کے بعد کو شش بسیار کے باوجود حضرت اویں القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر میں ان کا پستہ چلا تو حضرت عمر حضرت علی اور حضرت بلاں رضوان اللہ علیہم اجمعین یمن پہنچے اور آپ کو تلاش کرتے رہے آخر ایک دن حضرت بلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت اویں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہو گئی۔ سیدنا بلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اویں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے ”ھو“ کا لفظ سن کر بیہوش ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دم کیا۔ تب ہوش میں آئے۔ پھر تینوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت اویں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں رہے اور سیدنا بلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پھر حضرت اویں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہو گئی۔ حضرت اویں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جماعتہ المبارک کے روز فجر کی نماز ہمارے ساتھ ادا فرمائیں اور ریسانِ یمن کو بھی ساتھ لائیں۔ تینوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مقرر وقت اور جگہ پر ہمراہ ریسانِ یمن کے ہمراہ تشریف لائے تو سامنے ایک چبوترہ نظر آیا وہاں ایک خلقت جمع تھی۔ حضرت اویں رضی اللہ تعالیٰ عنہ چتر شاہی سجائے شاہانہ لباس زیب تن کیے تخت شاہی پر جلوہ افروز تھے۔ ریسانِ یمن حیرت و استعجاب کے عالم میں یہ منظر دیکھتے رہ گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آمد پر ان سے ملاقات کی اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے بعد از فراغت نماز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مختصری گفتگو کی اور رخصت فرمایا۔ کہتے ہیں یہ تاج و تخت خیمه گاہ اور لشکر و خدام درگاہ رب الاعلمین سے ملائکہ لائے تھے تاکہ خلقِ خدا کو حضرت اویں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کی ایک جھلک دکھائی جائے۔

اس روایت کی مستند کتب تاریخ و سیرت و مغازی اور احادیث میں نہ کوئی سند ملتی ہے اور نہ ہی ذکر موجود ہے حضرت اویں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمود و نمائش کو پسند نہ فرماتے تھے اور جاہ و جلال اور نمود و نمائش کا منظر ان کی عادات سے میل نہیں کھاتا۔ تاہم اگر منشاء خداوندی ہی ہوتا ناممکن نہیں۔ پھر جب شریف کی حوالگی کا بھی کہیں ذکر نہیں ملتا۔ واللہ عالم اصل حقائق

کیا ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب لے کر قرن کے جنگل میں پہنچ تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصروفِ عبادت پایا عبادت سے فراغت کے بعد علیک سلیک ہوتی اور مشاہدات کے لیے سوال و جواب ہوئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا تعارف کرایا اور نبی مہربان ﷺ کا سلام اور پیغام پہنچایا اور امت کی بخشش کے لیے دعا کرنے کو کہا۔ نیز جبہ مبارک حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبہ مبارک لے کر صاف جگہ پر رکھا اور فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق امتِ محمدیہ ﷺ کی مغفرت کے لیے بارگاہِ رب العالمین میں سرپرست ہو گئے اور امت کی بخشش کے لیے دعا فرمائی۔

ایک اور روایت ہے کہ آپ نے سجدہ سے سراٹھانے کے بعد ربیعہ اور مضر قبیلوں کے نام لے کر ان کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کے برابر امتِ محمدیہ (ﷺ) کے گنہگاروں کی بخشش کا مژدہ سنایا۔

ان روایات کی اسناد اور مستند مأخذ اور ٹھوس شواہد نہیں مل سکے۔ اللہ ہی بہتر جانے والا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ راقم ہیں کہ دورِ خلافتِ راشدہ میں حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوفہ تشریف لے گئے اور اہل یمن سے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پتہ معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ پوری طرح واقف تو نہیں البتہ ایک دیوانہ آبادی سے دور عرفہ کی وادی میں اونٹ چرا کرتا ہے اور خشک روٹی اس کی غذا ہے۔ لوگ ہنسنے ہیں تو وہ روتا ہے اور لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ وہاں پہنچ تو حدیثِ نبوی کے مطابق ان کی علامات کا مشاہدہ کیا جب یقین ہو گیا کہ یہی اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دستِ بوسی کی اور حضور اکرم ﷺ کا لباس مبارک (خرقه) پیش

کرتے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا سلام پہنچایا اور امت کے حق میں دعائے مغفرت کا پیغام بھی دیا۔ یہ سن کر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر لیں شاید وہ کوئی دوسرا فرد ہو جس کی بابت حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے نشان دہی فرمائی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جن علامات کی حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ہمیں نشان دہی فرمائی ہے وہ آپ میں موجود ہیں۔ یہ سن کر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی دعا مجھ سے زیادہ کارگر ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تو دعا کرتا ہی رہتا ہوں۔ البتہ آپ کو حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وصیت پوری کرنی چاہیے چنانچہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا لباس مبارک کچھ فاصلے پر لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا رب جب تک تو میری سفارش پر امت محمدی کی مغفرت نہ کرے گا میں سر کار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا لباس ہرگز نہ پہنوں گا کیونکہ تیرے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنی امت کو میرے حوالے کیا ہے۔ غیب سے آواز آئی کہ ہم نے تیری سفارش پر کچھ افراد کی بخشش کر دی لیکن آپ نے پھر عرض کیا پوری امت کی مغفرت فرمادے۔ جواب ملا ہم نے ایک ہزار افراد کی بخشش کر دی۔ اسی طرح آپ دعا میں مشغول رہے کہ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے سامنے پہنچ گئے۔ آپ نے سوال کیا آپ دونوں حضرات کیوں آئے؟ میں نے جب تک پوری امت کی مغفرت نہ کروالیتا اس وقت تک لباس کبھی نہ پہنتا۔“

آپ نے دیکھا کہ حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و واقعات کو اہل قلم نے کس طرح الجھادیا ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا روایت میں حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جبہ مبارک لے کر کوفہ جانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ملاقات کی روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ملاقات پہلے مدینہ منورہ اور پھر شہادت کے سال ایام حج میں میدان عرفات میں مکہ مکرمہ میں ہو چکی تھی۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفصیلی گفتگو آپ سے ہو چکی تھی اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وصیت، سلام اور پیغام حضرت او لیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وادی عرفات میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اسی موقع پر آپ نے اونٹ چرانے چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے کوفہ چلے جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور پھر واقعتاً آپ کوفہ جا بے تھے اور لوگوں کے اونٹ وہاں نہیں چراتے تھے لہذا عرفات کو وادی عرفہ کہنا درست نہیں۔ یقیناً میدان عرفات میں ہی اسی ملاقات پر جبہ مبارک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت او لیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سال تھا۔

مسلم شریف کی احادیث نمبر 223 تا 225 کا مطالعہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن جا کر جبہ مبارک حضرت او لیں القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کرنے کی کہیں اور کبھی ہدایت نہیں فرمائی بلکہ صاف بتا دیا تھا کہ حضرت او لیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود تشریف لا میں گے۔ اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ارشادات کے مطابق حضرت او لیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس وقت ملاقات کی جب آپ یمن کی امدادی فوج کے ساتھ بعرض جہاد تشریف لائے اور دوبارہ خلافت کے آخر سال مکہ مکرمہ میں میدان عرفات کے قریب حج کے موقع پر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے طویل اور مکمل ملاقات حضرت او لیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ اور سب نے اپنی اپنی ڈیوٹی کے مطابق رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی وصیت کی تکمیل فرمائی۔

### ولایت اور خلافت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت او لیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کر کے ان کی شخصیت سے بہت متاثر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمبیل کے لباس کے نیچے تو نگری کے ہزاروں عالم کا مشاہدہ فرمایا تو خلافت سے دستبرداری کی خواہش دل میں مچلنے لگی۔ فرمایا ”کیا کوئی ایسا شخص ہے جو روٹی کے ایک مکڑے کے بدے خلافت خریدے۔“

یہ سن کر حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”کوئی بے وقوف شخص ہی خرید سکتا ہے آپ کو تو فروخت کرنے کی بجائے اٹھا کر پھینک دینی چاہیے پھر جس کا جی چاہے گا اٹھا لے گا۔“ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا جو چیز آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لی ہے اس کو اس طرح ضائع کر کے مسلمانوں کو تباہ نہ کیجئے۔ کیونکہ آپ کا ایک روز کا عدل ان کی ہزار سال کی عبادت پر شرف رکھتا ہے۔ (ذکر اولیس، صفحہ 128)

اس کے بعد حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا فرستادہ لباس زیب تن کر لیا اور فرمایا کہ میری سفارش پر بنو بیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مغفرت فرمادی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے پوچھا کہ اگر آپ سے حضرات دیدار بن ﷺ سے مشرف ہوئے تو بتائیے کہ حضور اکرم ﷺ کی بھنویں کشادہ تھیں یا گھنی؟ لیکن دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما خاموش رہے۔

### اتباعِ نبوی اور شہادتِ دندان مبارک

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ”تذکرے اور صحبتیں“ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ارشاد نبوی کی تکمیل میں آپ سے ملنے اور امت کے حق میں حضور ﷺ کی طرف سے دعائے مغفرت کا پیغام پہنچانے کے لیے (حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آئے تو اتباع رسول ﷺ کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

”جب جنگِ احد میں حضور ﷺ کے دانت مبارک شہید ہونے کی خبر ملی تو میں نے اپنا ایک دانت توڑ ڈالا۔ پھر خیال آیا کہ شاید حضور ﷺ کا کوئی دوسرا دانت شہید ہوا ہو۔ تو میں نے دوسرا دانت بھی توڑ ڈالا۔ اس طرح ایک ایک کر کے سارے دانت توڑ چکا تو مجھے سکون نصیب ہو گیا۔“

یہ بات سن کر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر عجیب رقت طاری ہوئی اور یہ

اندازہ ہو گیا کہ یہ عاشق ظاہری دیدار اور صحبت سے کیوں محروم رکھا گیا ہے۔  
 تذكرة الاولیاء میں تحریر ہے کہ اس موقع پر حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ  
 کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ اگر آپ احباب نبی ﷺ میں سے ہیں تو بتائیے  
 جنگ احمد میں حضور اکرم ﷺ کا کون سادانت شہید ہوا تھا اور آپ نے اتباع نبوی ﷺ  
 میں اپنے تمام دانت کیوں نہ توڑا لے؟ یہ کہہ آپ نے اپنے تمام ٹوٹے ہوئے دانت دکھا  
 کر کہا کہ جب آپ ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا تو میں نے اپنا ایک دانت توڑا لے۔  
 پھر خیال آیا کہ شاید دوسرا دانت شہید ہوا ہو۔ اس طرح ایک ایک کر کے سب کے سب  
 دانت توڑا لے۔ اس وقت مجھے سکون نصیب ہوا۔ یہ دیکھ کر دونوں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ

عنہما پر رقت طاری ہو گئی اور اندازہ ہو گیا کہ ادب کا حق یہی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سید عامر گیلانی نے ”حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ میں لکھا ہے کہ  
 جب غزوہ احمد میں سرور عالمیان ﷺ کے دانت مبارک شہید ہونے کا حال حضرت  
 اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساتواپنے جملہ دانت شہید کر ڈالے کچھ عرصہ بعد پھر نکل  
 آئے اور آپ نے پھر شہید کر دیئے۔ اس طرح سات مرتبہ نکلے اور سات ہی مرتبہ آپ  
 نے شہید کر دیئے۔

حضور اکرم ﷺ کا جبہ شریف حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچنا اور  
 دندان شکنی کے واقعہ کو علماء کا ایک گروہ (جن میں ملا علی قاری مصنف معدن العدنی وغیرہ  
 شامل ہیں) درست تسلیم نہیں کرتا۔ یہ گروہ دندان شکنی کے واقعہ کو خلافِ حقیقت قرار دیتا ہے  
 اور اس گروہ کے نزدیک یہ کام شریعت کے منافی اور خلاف ہے اسی لیے کسی صحابی نے ایسا  
 نہیں کیا ایسا کرنا حمق پن کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان کے نزدیک معتبر اور معتمد احادیث سے  
 ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی تلقین ذکرِ خفی اور جلی سے ثابت ہے۔ یہ گروہ حدیث الی لاجد  
 نفس الرحمن من قبل اليمن او جانب اليمن کے بارے میں بھی کہتا ہے کہ اس کی  
 کوئی اصلاحیت معلوم نہیں ہوتی۔

علماء کے دوسرے گروہ کے نزدیک یہ دونوں واقعات درست ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (مصنف تذکرۃ الاولیاء) مولانا سید محمود شیخانی قادری مدینی (مصنف حیۃ الذاکرین) شیخ عبداللہ مطہری (مصنف نورِ احمد) اور دیگر علماء جنہوں نے اپنی تصانیف میں ان واقعات کو تحریر کیا ہے حضرات کاملین میں سے تھے۔ ان کو علوم باطنی اور کشف کرامات کے علاوہ علوم ظاہری میں بھی دسترس و کمال حاصل تھا۔ انہوں نے ان واقعات کو پوری تحقیق کے بعد ہی لکھا ہوگا اگر پھر بھی ان روایات کو معتبر نہ مانا جائے تو گویا ان بزرگوں کی ولایت اور کمال علمی سے انکار کرنا ہے اور ایسے اعتقادات سے معصیت اور ضلالت میں بمتلا ہونے کا اندیشہ ہے ان کی یہ بھی دلیل ہے کہ ممکن ہے مشائخ کو یہ روایات سینہ بہ سینہ پہنچی ہوں اور بعض لوگوں کے احاطہ علم میں نہ آئی ہوں۔ واللہ اعلم۔

دنдан شکنی کے واقعہ کی بابت عقل اور عشق کے متضاد تقاضے ہیں عقل شعور بیداری تدبیر سازی، حیلہ سازی اور تمیز و فلکی راہ دکھاتی ہے جبکہ اس کے برعکس عشق ایک جذبہ ہے جنوں ہے جس کا عقل سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ جذبہ محبت سے محبوب کے لیے ہر قسم کی بے دھڑک قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔

عشق وہ آگ ہے غالب  
جو لگانے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے  
بے خطر کو د پڑا آتشِ نمرود میں عشق  
عقل ہے محو تماشہ لبِ بام ابھی  
عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام  
اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

عشق مجازی کو ہی لیجئے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی ایک جھلک دیکھ کر زنانِ مصر پر سکر کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ سیب کا مٹا بھول گئیں اور اپنے ہاتھوں اپنی ہی انگلیاں کاٹ ڈالیں لیلے و مجنوں کے عشق کے بھی بڑے چردے ہیں۔

حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشقِ رسول میں فنا تھے ان پر جذب و سکر اور استغراق کا غلبہ ہر وقت طاری رہتا تھا۔ اگر دنیاوی عشق میں مجنوں اپنی محبوبہ پر مر منے کے لیے گریز اس نہ تھا تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے سچے عاشقِ رسول سے یہ کیونکر بعید ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے محبوب کے عشق میں اپنے دندانِ مبارک شہید کرنے سے تامل اور گریز کرتے۔

## ہرم بن حیان سے ملاقات

حضرت ہرم بن حیان (پا حیان) تابعین میں سے تھے آپ صفائی کی شمع اور وفاتے عہد کی کان تھے۔ آپ طریقت کے بزرگوں میں سے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت کا شرف پایا تھا۔ آپ نے حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا قصد فرمایا اور قبیلہ قرن کے پاس تشریف لے گئے لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ پھر مکہ مکرمہ آئے لیکن حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں بھی نہ ملے تو کوفہ چلے گئے اور کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے اور آپ کی تلاش کرتے رہے لیکن وہاں بھی حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی ملاقات نہ ہو سکی تو بصرے کے ازادے سے نکل پڑے تو راستے میں دریائے فرات کے کنارے پر حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہو گئی ہرم بن حیان بیان کرتے ہیں:

”جب میں حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے کوفہ گیا اور تلاش کرتے کرتے دریائے فرات کے کنارے پہنچا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہا بیٹھا نصف النہار کے وقت وضو کر رہا ہے اور کپڑے دھور رہا ہے۔ میں نے علامات سے پہچان لیا۔ چہرہ گندم گوں، گھنی داڑھی، سر منڈا ہوا، بدن پر بہت زیادہ بال، فربہ اندام، چہرہ بہت بڑا اور مہیب تھا اور بدن پر صوف کا ازار (پاجامہ) اور صوف کی چادر تھی۔ قریب پہنچ کر میں نے سلام کیا اور ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے کہا خدا آپ کو زندہ رکھے۔ اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا آپ پر رحمت فرمائے اور تمہاری مغفرت فرمائے تمہارا کیا حال ہے۔؟ ان کا حال زار دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ مجھے روتا دیکھ کروہ بھی رونے لگے۔ اور فرمایا اے ہرم بن حیان! خدا تم پر رحم کرے۔ تم کو میرا اور میرے باپ کا

نام کس نے بتایا؟ میں نے کہا اللہ نے۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے پہلے نہ میں نے ان کو دیکھا تھا اور نہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ پھر میں نے پوچھا آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا کیونکہ اس سے قبل کبھی شناسائی نہ تھی۔ انہوں نے فرمایا:

### روحوں کا تعارف

جب تمہارے نفس نے میرے نفس سے باتیں کیں تو میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔ زندہ اور چلتے پھرتے لوگوں کی طرح روحوں کے بھی جان ہوتی ہے۔ مومنین خواہ کبھی آپس میں نہ ملے ہوں اور ان میں کوئی تعارف نہ ہو اور نہ ان کو ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا اتفاق ہوا ہو پھر بھی وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اور خدا کی روح کے وسیلہ سے باتیں کرتے ہیں خواہ وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں۔“

### محدث نہ مفتی

آپ کو شہرت سے اجتناب تھا۔ پوشیدہ رہنا پسند کرتے تھے۔ ہرم کہتے ہیں پھر میں نے کہا ”نبی مکرم ﷺ کی کوئی حدیث اور روایت سنائیں۔ تاکہ میں اس کو یاد رکھوں۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور نہ آپ ﷺ کی صحبت سے بہر و دور ہوا۔ ہاں ان لوگوں سے ملا جو آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھے تھے اور ان کے توسط سے وہ احادیث بھی سنیں جو تم لوگ سنتے ہو لیکن میں محدث نہیں اور نہ قاضی و مفتی بننا چاہتا ہوں۔ مجھے میرے نفس کا شغل ہی بہت ہے۔“

### پُر تاشیر قرأت اور خوفِ الٰہی

یہ جواب سن کر میں نے عرض کیا تو پھر کتاب اللہ (قرآن) کی ہی کچھ آیات سنادیجئے مجھے آپ کی زبان سے قرآن سننے کی خواہش ہے۔ میں خدا کے لیے آپ کو محظوظ رکھتا ہوں۔ میرے لیے دعا فرمائیے اور کچھ وصیتیں کیجئے تاکہ میں ان کو ہمیشہ یاد رکھوں میری درخواست سن کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرات کے کنارے چلے اور **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ**

إِنَّ يَوْمَ الْفُصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ<sup>۱۰</sup>

بروایت دیگر اَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ پڑھی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے سورہ دخان کی 38 تا 44 آیات تلاوت فرمائیں اور چن مار کر رونے لگے۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ مجھے گمان ہوا کہ ان کو غشی آگئی ہے۔ پھر فرمانے لگے۔

”میرے رب کا قول ہے اور اسی کا قول حق ہے۔ میرے رب کی حدیث ہے اور اسی کی حدیث پچھی ہے۔ میرے رب کا کلام ہے اور اسی کا کلام بہتر ہے۔“

جب کلام پاک کی کوئی آیت پڑھتے تو رونے لگتے اور پھر دوسری آیت پڑھنے لگ جاتے۔ آخر میں سورہ دخان کی 38 تا 44 آیات تلاوت فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر  
ہرم بن حیان کہتے ہیں پھر مجھ سے فرمانے لگے۔

”اے ہرم! تیرا باپ مر گیا۔ اور تو بھی عنقریب مرے گا پھر جنت میں جائے گا یادو زخ میں۔ آدم علیہ السلام مر گئے۔ حوا بھی مر گئیں نوح علیہ السلام اور ابراہیم خلیل الرحمن بھی۔ موسیٰ علیہ السلام بھی۔ داؤ خلیفۃ الرحمن بھی اور محمد رسول الرحمن بھی مر گئے۔ ابو بکر خلیفۃ اُسلمین مر گئے۔ اے میرے بھائی عمر بن خطاب بھی مر گئے۔ یہ کہہ کر ہائے عمر۔ ہائے عمر۔ ہائے عمر کا نعرہ لگا یا۔“

ہرم کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا آخری زمانہ تھا میں نے کہا وہ تو نہیں مرے بلکہ زندہ ہیں۔“ کہنے لگے۔ ”نہیں مر گئے۔ اللہ نے ان کی موت کی خبر مجھ کو دے دی۔“ پھر انہوں نے دعا کی۔ فرمانے لگے۔

### وصیت

”اے ہرم! میں تجھ کو کتاب اللہ کی وصیت کرتا ہوں اور موت کو یاددا تا ہوں۔ اسے کبھی نہ بھولنا۔ جب واپس جانا تو اپنی قوم کو بھی سکھانا۔ اور اپنی جان پر زحمت اٹھانے میں دریغ نہ کرنا۔ جماعت کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑنا ورنہ دین ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور جب تم مرو گے تو

قیامت کے دن دوزخ میں جانا ہوگا۔“

پھر منہ اور پڑھایا اور کہا کہ:

”اے اللہ! اس کا خیال یہ ہے کہ یہ میرے ساتھ خالص تیرے لیے محبت کرتا ہے اور اسی وجہ سے ملنے آیا ہے۔ اس کو جنت میں داخل کرنا کہ وہاں بھی میری زیارت کو آئے۔ اس کو تھوڑی دنیا پر رضا مندر رکھنا اور عافیت میں رکھنا اور نعمتوں کا شکر گزار بنانا۔“

”اے ہرم! خدا حافظ: آج کے بعد پھر میں تم کونہ دیکھوں کہ تم میری جستجو میں ہو۔ نہ میری بابت کسی سے سوال کرنا میں تمہیں یاد رکھوں گا اور انشاء اللہ تمہارے حق میں دعا کرتا رہوں گا۔“

یہ کہہ کروہ میرا ساتھ چھوڑ کر ایک طرف نکل گئے۔ اس وقت سے نہ میں نے ان کو دیکھا نہ ان کی خبر سنی (حلۃ الاولیاء از حافظ ابو نعیم ترجمہ علامہ اسلم جیرا چپوری مصنف نوادرات)

## وفات

حضرت خواجہ اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بارے میں متضاد اور مختلف روایات ملتی ہیں۔ بعض روایات کے مطابق آپ طبعی موت سے ہمکnar ہیں۔ بعض اہل قلم نے لکھا ہے کہ آپ نے جہاد میں شریک ہو کر جام شہادت نوش کیا۔ پھر جام شہادت کا واقعہ بھی مختلف جگہوں سے منسوب کیا گیا ہے۔ دونوں قسم کی روایات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ سب سے پہلے ان روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے مطابق آپ نے طبعی وفات پائی۔

## بیماری کی وفات

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ”شواید النبوہ“ میں ہرم بن حیان کی روایت تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ آذر بائیجان (18ھ) میں شرکت کے لیے گئے اور وہاں انہوں نے راستے میں اسہال (دست) کی بیماری سے انتقال فرمایا ان کے احباب نے قبر کھودنی چاہی تو پھر میں کھدائی قبرمل گئی تو اس قبر میں دفنادیا واپسی پر قبر کا نشان مٹ چکا تھا۔ (ذکر اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح الصدور میں لکھتے ہیں کہ دستوں کی بیماری سے بحالت سفرفوت ہوئے اس وقت ان کے جسم پر دو کپڑے تھے جو دنیاوی کپڑوں میں سے نہ تھے۔ ایک اور روایت کے مطابق کپڑے ایسے نہ تھے جن کو آدمی بنتے ہیں۔ پھر دو آدمی ان کی قبر کھودنے گئے مگر انہیں پھر میں کھدی ہوئی قبل مگئی ایسی تازہ کھدائی ہوئی کہ ابھی کھودی گئی ہو۔ پھر ان کی تجهیز و تکفین کی گئی اور قبر میں دفن کر کے وہاں سے چلے۔ پھر وہاں گئے تو قبر کا نشان تک نہ تھا۔

### شہادت کی موت

اکثر ویژت روایات میں ہے کہ آپ نے شہادت کی موت پائی۔

(1) مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ شریف اردو ص 895) میں لکھا ہے کہ حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ اپنے آپ کو چھپائے رکھا تا آنکہ جنگ نہاوند (ایران) (22ھ 642ء) میں شہید ہو گئے۔

(2) مظاہر حق جدید کے صفحہ 895 پر سعید بن میتب کی روایت درج ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سال حج کے موقع پر اہل قرن کومنی میں ممبر پر کھڑے ہو کر پکارا اور ان سے حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دریافت کر کے ان کو اپنا سلام بھیجا۔ جب وہ لوگ واپس یمن گئے تو وہ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ریگستان میں ملے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا تو حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین نے میرا چرچا کر دیا اور میرے نام کو شہرت دے دی۔ السلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی آلہ اور یہ کہہ کر جنگل میں جا گھسے اور مدتیں کسی نے ان کا نام و نشان نہ پایا۔ یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدے خلافت میں پھر نمودار ہوئے۔ اور ان کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ صفين (37ھ) میں شہید ہو گئے۔

(3) طبقات ابن سعد جلد ششم اردو (ص 182) میں لکھا ہے کہ جب سے آپ کی حقیقت

لوگوں پر ظاہر ہوئی تھی اور آپ کی عظمت و شان کا پتہ چلا تو اس وقت سے آپ ایسے روپوش ہوئے کہ بس جنگ صفين (37ھ) میں ہی لوگوں نے انہیں دیکھا۔ عبد الرحمن بن ابی یعلی کا بیان ہے کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے پکارا کہ تم میں کوئی اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں ہے۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے نا ہے کہ ”اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر التابعین میں سے ہے۔“ پھر اس نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور (علوی) لشکر میں شامل ہو گیا۔

(4) علامہ اسلم جیرا چبوری نے نوادرات ص 65 پر لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منی میں اہل یمن کو پکارا اور ان کے ذریعے حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا اور رسول اللہ ﷺ کا سلام اور پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین نے میری تشهیر کر دی۔ س کے بعد وہ غائب ہو گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ظاہر ہوئے اور جنگ صفين (37ھ) میں ان کے ساتھ شرکت کی اور اسی میں شہید ہو گئے دیکھا تو جسم پر چالس زخم تھے۔

علامہ موصوف نے فٹ نوٹ (حاشیہ) پر مزید لکھا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جمعین میں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی نسبت نبی ﷺ کی پیش گوئی ”اقتلہ الفئة الباغية“ حدیث میں وارد ہے جنگ صفين میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ اب بروایت زید بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تابعین کے سردار اور ولی کامل حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک جنگ تھے جن کی وجہ سے بعض حق پرست شامی کو فیوں میں شامل ہو گئے تھے۔

(5) سیر الصحابة جلد 13 میں شاہ معین الدین احمد ندوی ص 54 پر اصحابہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان کو (خواجہ اویس القرنی) را ہ خدا میں شہادت کی بڑی تمنا تھی اور اس کے لیے وہ دعا کیا کرتے تھے۔ خدا نے جنگ صفين میں ان کی یہ آرزو پوری کر دی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں شہادت پائی۔

(6) دائرہ معارف اسلامی صفحہ 571 پر ابن سعد کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے ساتھ شرکت کی۔

(7) کشف المحجوب (اردو) صفحہ 137 حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری نے لکھا ہے کہ ایک روز ہرم بن حیان نے ان کو دیکھا پھر اس کے بعد ان کو کسی نے نہ دیکھا اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں فتنہ اٹھا تو تب وہ وہاں آگئے۔ اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حرب صفین کے روز آپ کے دشمنوں (حضرت امیر معاویہ کے لشکر) کے ساتھ لڑ کر شہادت پائی۔ عاشَ حَمِيدًا وَمَاتَ شَهِيدًا (زندہ رہے تو حمد کے لاائق اور مرے تو شہادت کی موت)

(8) اسد الغایہ اردو جلد اول صفحہ 213 پر ابو الحسن الحزرمی بن اثیر نے لکھا ہے کہ ہشام کلبی نے بیان کیا ہے کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑ کر شہادت پائی۔

(9) شرح صحیح مسلم شریف حیواۃ الداکرین از مولانا سید محمود شیخانی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ اولالیاء از شیخ فرید الدین عطاء رحمۃ اللہ علیہ، شرح مشکواۃ شریف (اسمه المعت) میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کی جنگ صفین میں شہادت کی تائید کی ہے۔

صفین ایک جنگل کا نام ہے اور صفین بروزن سمجھنے ایک جگہ کا نام ہے جو رقة کے قریب دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔ جہاں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکروں درمیان رجب 37ھ میں جنگ ہوئی۔ جنگ نہاوند اور آذربائیجان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں 642ء (22ھ) اور 643ء (22ھ) میں لڑی گئیں۔ اگر حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ نہاوند یا جنگ آذربائیجان میں شہادت یا وفات پائی ہوتی تو جنگ صفین جو کہ رجب 37ھ میں لڑی گئی میں کیسے شرکت کر سکتے تھے۔

بیشتر روایات میں حضرت اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنه کے ہاتھ پر جنگ صفين سے قبل بیعت کرنا جنگ صفين میں علوی لشکر کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف لڑنا اور شہادت پانا ثابت ہے۔ اور یہ درست بھی ہے کہ آپ نے جنگ صفين میں شرکت اور شہادت فرمائی۔

### مزارات

جس طرح آپ کی وفات کے بارے میں اختلافات پائے گئے ہیں اسی طرح آپ کے مزارات کے متعلق بھی متفاہروایات ہیں۔

چونکہ آپ کی وفات کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ آپ جنگ نہاوند میں شہید ہوئے اس لیے آپ کا مزار نہاوند (ایران) میں ہونا چاہیے تھا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ نے آذربائیجان کے معزکہ میں شرکت کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں بعارضہ اسہال وفات پائی تھی اور آپ کی قبر آذربائیجان کے راستہ میں ہونی چاہیے تھی لیکن کہا گیا ہے کہ آپ کی قبر کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔ تیسرا روایت جو مبنی بر حقیقت اور مستند تھا جاتی ہے کہ آپ نے جنگ صفين میں شہادت پائی اس لیے یقیناً آپ کی قبر صفين میں ہونی چاہیے تھی لیکن وہاں بھی آپ کی قبر نہیں ہے۔ آپ کے مزار کے بارے میں مختلف بیانات ہیں۔ آپ کا مزار کئی جگہوں پر ہونا ثابت ہے اور جہاں بھی آپ کا مزار مشہور ہے آپ کے مزار سے کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ مختلف مقامات پر آپ کے سات مزار پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

(1) آپ کا مزار ٹھٹھہ سندھ پاکستان میں واقع ہے اور اکثر درویش اس مزار پر چلہ کشی کرتے ہیں اور آپ کی روحانیت سے مستفید اور مستفیض ہوتے ہیں۔

(2) آپ کا ایک مزار یمن میں بندرگاہ زبید میں بھی واقع ہے۔ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ کا شہر منازبید میں مکان تھا جس میں آپ رہا کرتے تھے۔ یہیں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور دفن کیے گئے تھے۔ حاجی لوگ آپ کے مزار کی زیارت سے مشرف ہو کر آتے ہیں۔

(3) آپ کا ایک مزار عراق میں سرحد ایران کے قریب واقع ہے۔

(4) آپ کا ایک مزار غزنی (افغانستان) میں بھی ہے۔

(5) علامہ الحاج خدا بخش اظہر شجاع آبادی نے اپنے سفر نامے میں آپ کا مزار ملک شام میں تحریر کیا ہے۔

آپ کے متعدد مزارات ہونے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آپ حالت سکر وستی میں بیٹھے تھے تو چھ درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ پر اس وقت غلبہ روحانی طاری تھا۔ آپ نے مغلوب الحالی میں ان درویشوں پر ایسی نظر ڈالی کہ سب کو اپنا سماں بنادیا ان کی ہیئت بدل گئی اور سب خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمشکل ہو گئے۔

پھر کسی نے نہ پہچانا کہ اصل اولیس کون ہے۔ یہ درویش جہاں اور جس مقام پر گئے لوگوں نے یہی جانا کہ یہ حضرات اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی قبر بھی حضرت خواجہ اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ لیکن اصل حقیقت خدا ہی جانتا ہے کہ اصل حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کون سی ہے اور کہاں ہے۔

غرضیکہ اس طرح مختلف مقامات پر آپ کے سات مزار ہیں۔ اختلاف مزار کی ایک وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ جیسا کہ روایت ہے کہ آذربائیجان کے راستہ میں آپ کا مزار بنایا گیا تھا لیکن آپ کے دفن ہونے کے بعد قدرتِ خداوندی سے آپ کی قبر کا بثان مٹ گیا لیکن آپ کی شہادت کے بارے میں آچکا ہے کہ آپ جنگ صفين میں شہید ہوئے تھے تو پھر آذربائیجان کے راستے میں قبر کا کیا سوال رہ جاتا ہے۔

شاید قدرت کو آپ کے مزار شریف کو پوشیدہ اور مستور رکھنا ہی مقصود و مطلوب ہو۔

(واللہ اعلم)

## باب 9

## کراماتِ اولیاء اللہ

انسان اللہ تعالیٰ کی صفات و کمالات کا مظہر ہے۔ جب بندہ خدار یا ضت و عیادت کے تزکیہ باطن و تہذیب اخلاقِ نفسانیہ اور خروجِ خواہشاتِ بشریہ سے فارغ ہو کر ذاتِ حق میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ غیر حق اس کی نظر میں نہیں ساماتا تو اللہ تعالیٰ کی صفات اور اخلاق اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اخلاقِ خداوندی اس میں آجاتے ہیں اور صفاتِ واسماۓ الہی سے متصف ہو جاتا ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ کا مظہر بن جاتا ہے۔ اس میں ایسی قوت و توانائی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ عالم کون و فساد میں جمیع صفات و اسمائے حق کے ساتھ مثل تصرفِ حق سچانہ جس طرح چاہتا ہے قوت و استعداد کے مطابق تصرف رکھتا ہے۔

حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مرسلہ کتب میں فرمایا ہے کہ ”فر زندِ آدم میں وہ خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میں جس چیز کے ہونے کا حکم دیتا ہوں وہ ہو جاتی ہے تو میری فرماں برداری اور اتباع کر تو تجوہ کو بھی اس صفت سے متصف کر دوں گا پھر اگر تو بھی کسی چیز کو کہے گا ہو جاتو ہو جائے گی۔“ ذاتِ باری تعالیٰ نے انبیاء کرام اولیاء کرام اور محبوبانِ خاص کو اس صفت سے مشرف فرمایا ہے۔

علماء کرام نے خرقِ عادت کی بہت سی اقسام کا ذکر کیا ہے جو خدائے وحدۃ لا شریک کے محبوب بندگان کا خاصہ ہیں مثلاً ایجادِ معدوم، اعدامِ موجود، اظہارِ امر مستور، ستر امر ظاہر، استحبابِ دعا، قطعِ مسافتِ اندر مدتِ اندرک، اطلاعِ امور غیبیہ، آن واحد میں مختلف مقامات پر حاضر ہونا، مردہ کا زندہ کرنا، زندہ کو مارنا، حیوانات نباتات اور جمادات کی تسییح و تہلیل کی آواز سننا، بغیر سببِ ظاہر کھانے پینے کی چیزیں منگوالینا، پانی پر چلننا، ہوا میں اڑنا، تسخیر و حشی جانوراں، قوتِ بدُنی کا اس قدر اضافہ کر لینا کہ پاؤں مار کر درخت کو جڑ سے اکھاڑڈالنا، کسی

دیوار پر ہاتھ مار کر اسے ریزہ ریزہ کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

ذاتِ باری تعالیٰ کے بندگان محبوب گروہ انبیاء کرام، اولیاء اللہ اور دیگر ذکی و مطہر القلوب اور پاکیزہ نفوس اہل ایمان میں ایسی قوت واستعداد اور تاثیر و کشش پائی جاتی ہے کہ قرب و بعد کی مسافت بے حیثیت ہو جاتی ہے۔ جناباتِ عالم بے معنی ہوتے ہیں اور ان کی نگاہ پر تاثیر کا یہ عالم کہ جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا اور تقدیر بدل ڈالی۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

خواجہ ہند حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی تاثیر و طاقت کا ایک واقعہ ان، ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں جس کا ذکر آپ نے ”انیس الارواح“ میں کیا ہے آپ لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کا دعا گو معین الدین حسن سنجری بمقام بغداد شریف خواجہ جنید کی مسجد میں اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی پاپوشی سے مشرف ہوا۔ اس وقت روئے زمین کے مشائخ کبار حاضر اقدس تھے۔ جب اس درویش نے سر نیاز زمین پر رکھا پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا۔ دور کعت نماز ادا کر، میں نے ادا کی، پھر فرمایا قبلہ رو بیٹھ، میں بیٹھ گیا، پھر حکم ہوا سورہ بقرہ پڑھ، میں نے پڑھی، فرمان ہوا، اکیس بار درود شریف پڑھ، میں نے پڑھا، پھر آپ کھڑے ہو گئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا۔ آتا کہ تجھے خدا تک پہنچا دوں۔“ بعد ازاں حقر ارض (قینچی) لے کر دعا گو کے سر پر چلائی اور کلاچہار تر کی اس درویش کے سر پر کھلی اور گلیم خاص عطا فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا۔ ہمارے خانوادہ میں ایک شبانہ روز مجاہدہ کا معمول ہے۔ تو آج رات اور دن مشغول رہ۔ یہ درویش بموجب فرمان عالی مشغول رہا۔ دوسرے دن جب حاضر خدمت ہوا ارشاد ہوا۔ آسمان کی طرف دیکھ، میں نے دیکھا، فرمایا کہاں تک دیکھتا ہے، عرض کیا عرشِ اعظم تک، پھر فرمایا زمین کی

طرف دیکھ، میں نے دیکھا، استفسار کیا، کہاں تک دیکھتا ہے، عرض کیا۔ تحت الشی تک، فرمایا ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ، میں نے پڑھی، فرمایا، پھر آسمان کی طرف دیکھ۔ میں نے دیکھا، پوچھا کہاں تک دیکھتا ہے۔ عرض کیا حجابت عظمت تک فرمایا آنکھیں بند کر، میں نے آنکھیں بند کر لیں، پھر فرمایا کھول، میں نے کھول دیں، پھر مجھے انگلی دکھا کر پوچھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا اٹھا رہ ہزار عالم۔

یہ خواجہ ہند کی نگاہ پر تاخیر کا کمال تھا کہ قیام ہند کے دوران جس کافر پر آپ کی نگاہ پڑی وہ قدموں میں گر پڑا اور کلمہ حق پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور جس کی نظر خواجہ ہند کے چہرہ مبارک پر پڑی اس کی تقدیر بھی بدل گئی اور اس کے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا۔ اس طرح 90 لاکھ کفار ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کمال سے دائرة اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ ان کی تیغ ابرو کی کاث کا نتیجہ تھا۔ کہ پرتوی راج کے سرکاری جادوگر شادی دیو اور آجے پال جیسے سرغناہ کفر حلقة بگوش اسلام ہو گئے۔ ان کے اسلامی نام سعدی اور عبد اللہ تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی قاہرانہ قوت اور روحانی سطوت کی یہ عظیم فتح تھی جس نے دارالکفر ہندوستان کی زمین ہلا دی۔

عبادت و ریاضت اور مجاہدات اور ذکر و فکر سے تزکیہ نفس اور تطہیر قلب ہوتی ہے۔ یہ عمل روح کی غذا ہے ریاضت و عبادت اور ذکر و فکر سے روح طاقت پکڑتی ہے۔ بندہ مومن کی یہ روش اور معمول کی کیفیت جب اس سطح اور مقام پر پہنچ جائے کہ وہ ذات حق میں ایسا مستقر ہو جائے کہ غیر حق اس کی نظر میں نہ سما سکے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے جس کی تشریح اور وضاحت امام نووی کی ”اربعین نووی“ میں حدیث نمبر 38 میں کی گئی ہے۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی رکھی میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے

نزو دیک ان اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہے جو میں نے اس پر فرض کئے۔ اور ہمیشہ میرابندہ میرا قرب نوافل کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے ضرور عطا کروں گا۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ دوں گا۔ (رواہ البخاری)

ذاتِ باری تعالیٰ جو قوت کا سرچشمہ ہے جب بندہ مومن کا تعلق (Connection) اس سے جڑ جاتا ہے اور اسے قربِ خداوندی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر بعد اور حجابت کیسے؟ شاید علامہ اقبال نے بندہ مومن کے اسی مقام و مرتبہ کے بارے میں یہ شعر کہا تھا۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے  
خدا بندے سے خود پوچھئے بتا تیری رضا کیا ہے

شاعر مشرق نے خودی کا سر نہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بتا کر بندہ مومن کو قربِ الہی کے حصول کا راز بھی بتا دیا ہے جو محبوبانِ الہی کی راہ و روش ہے۔

### کراماتِ خواجہ قرن

خودی کے سر نہاں راز شناس محبت و عشقِ الہی میں سرمت اور فنا فی اللہ اور عشق رسول اللہ ﷺ سے سرشار خیر التبعین حضرت خواجہ اویس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند کرامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

1 - پرندہ

حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین دن رات سے کھانے کو کوئی چیز نہ ملی تھی۔ چلتے چلتے راستے میں پیاز کا ایک مٹکڑا پڑا ہوا ملا۔ اٹھا کر کھانا چاہا تو معا خیال آیا کہ حرام نہ ہوا اور پھینک دیا۔ آسمان پر دیکھا تو ایک پرندہ اڑتا ہوا دکھائی دیا جس کی چونچ میں روٹی کی نکریہ تھی۔ پرندہ پکار رہا تھا کہ اے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ تو نے پیاز کو حرام سمجھ کر پھینک دیا اس

لیے خدا کی بھیجی ہوئی یہ روٹی لے اور آرام کر۔

## 2- ملائکہ کا پھرہ

یمن میں اونٹوں کو بھیڑیے مل کر کھا جایا کرتے تھے۔ حضرت اولیس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے فکر نماز میں مشغول رہتے تھے اور بھیڑیے ان کے اونٹوں کی طرف رخ بھی نہ کرتے تھے۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ کے اونٹوں کو ملائکہ چراتے اور ان کی نگہبانی کرتے تھے۔

## 3- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر

حضرت ہرم بن حیان تابعی ایک دن حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف فرماتھے اور آپ ہرم سے محظوظ گفتگو تھے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ توزندہ ہیں آپ نے فرمایا نہیں وہ مر گئے ہیں۔ اللہ نے ان کی موت کی خبر مجھ کو دے دی۔ حضرت ہرم کہتے ہیں کہ بعد میں مدینے پہنچا تو مجھے اس خبر کی تصدق ہو گئی (نوادرات)

## 4- غیبی بکری

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین شب و روز سے فاقہ سے تھے۔ راستہ میں پڑا ایک دینار دیکھا لیکن اٹھایا نہیں کہ شاید کسی کا گرگیا ہو۔ جنگل کی گھاس کھا کر گزارا کرنے لگے۔ اچانک ایک بکری منہ میں گرم روٹی لے کر نمودار ہوئی اور آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے یہ خیال کر کے کہ نامعلوم کس کی روٹی اٹھالائی ہے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا بکری نے زبان حال سے گویا ہو کر عرض کیا کہ میں بھی اسی کی مخلوق ہوں جس کے تم ہو تو پھر خدا کی بندی سے خدا کی دی ہوئی چیز کیوں نہیں لیتے۔ حضرت اولیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بکری کا یہ کلام سناتو روٹی لینے کے ہاتھ بڑھایا۔ روٹی خود بخود میرے ہاتھ آگئی اور بکری غائب ہو گئی۔

## 5۔ غیبی کفن۔

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری کشف المحوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ اولیس المقرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عمر کے آخری ایام میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے اور کچھ دن آپ کی خدمت میں رہے پھر جنگ صفين میں شریک ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت (امیر معاویہ کے خلاف) لڑتے ہوئے شہادت کے مرتبہ کو پہنچے۔ بعض احباب نے آپ کے لیے قبر کی تیاری کی مگر سامی کی جگہ پھر آ گیا جسے کاشمشکل تھا مگر غائب (قدرت الہی) سے پھر میں شگاف پڑ گیا۔ اور آپ کے لیے الحد بن گئی۔ آپ کے کفن کے لیے کپڑے کی ضرورت ہوئی تو آپ کے صندوق پتے کو کھولا گیا تو کفن کا کپڑا اپایا مگر اسے کسی انسانی ہاتھ نے نہیں بنایا تھا اس کفن میں آپ کو دفن کیا گیا۔

## 6۔ دریا میں نماز

زہرہ الریاض ص 57 حکایت نمبر 57 میں حضرت جبیب بن سہیل فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کشتی پر سوار تھا جس میں سوداگران کا سامان لدا ہوا تھا۔ اتفاقاً طوفان آنے سے کشتی میں پانی بھر گیا۔ ایک مرد خدا کمبل اوڑھے ہوئے اطمینان سے کشتی سے باہر آیا اور پانی پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا گویا اسے ہماری حالت کی مطلق خبر نہ تھی جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو ہم نے التجا کی کہ ہمارے حق میں بھی دعا کیجئے۔ فرمایا کس لیے۔ ہم نے کہا آپ کو خبر نہیں کہ کشتی ڈوب رہی ہے۔ فرمایا سب اللہ کا قرب ڈھونڈو۔ ہم نے کہا کس طرح۔ کہا ترکِ دنیا سے۔ ہم نے کہا ہم نے ترکِ دنیا کی۔ فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کشتی سے باہر آ جاؤ۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ اور کشتی سے باہر آ گئے۔ ہم سب پانی پر چلنے لگے۔ ہماری تعداد سو تھی۔ کشتی سے نکلنے کے بعد کشتی بمعہ مال و اسباب کے ڈوب گئی۔ فرمایا کہ تم دنیا کے خوف سے آزاد ہو گئے ہو اور پانی سے نکل کر اپنی اپنی منزل کی طرف چل دو۔ ہم نے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا اولیس قرنی ہوں۔ ہم نے عرض کیا کشتی میں جو مال و اسباب تھا وہ مدینہ کے فقیروں کے لیے تھا۔ اس کو ایک شخص مصر سے لایا تھا۔ کیونکہ آج کل مدینہ میں سخت قحط پڑا

ہوا ہے۔ فرمانے لگے کہ اگر وہ پھر اللہ تعالیٰ تمہیں دے دے تو کیا تم سارے کا سارا مدد یعنہ کے فقراء میں تقسیم کر دو گے۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا تو پھر انہوں نے دور کعت پڑھی اور دعا مانگی تو وہ کشتی بمعہ مال و اسباب کے پانی کی سطح پر ابھر آئی اور ہم سب اس پر سوار ہو گئے اور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے غائب ہو گئے ہم سب خیر و عافیت سے مدینہ پہنچ گئے۔ تمام مال و اسباب مدینہ کے فقراء میں تقسیم کر دیا۔

### 7- قیامت میں بھی مخفی

حضور سرور دو عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں ستر ہزار ملائکہ آپ کو اپنے چلو میں لے کر جنت میں داخل ہوں گے تاکہ اس عاشق رسول ﷺ کو کوئی پہچان نہ کے۔ (خزینۃ الاصفیاء)

### 8- کرامات، ہی کرامات

عام طور پر سنا جاتا ہے کہ جہاں جہاں بھی آپ کا مزار قرار دیا گیا ہے وہاں کرامات و خوارق بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

### 9- حضور ﷺ کی مدح خوانی

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے فضائل و کمالات کو کائنات اور خود خالق کائنات بیان کرتے ہیں لیکن نبی مکرم سرور عالمیان ﷺ سیدنا حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات کے مدح خواں ہیں۔

انسان نے سائنسی علوم پر شب و روز کی محنت تحقیق و ریسرچ کی بدولت مشاہدات و تجربات سے حیران کن اکتشافات کئے ہیں۔ انسان مادہ سے حاصل شدہ انرجی سے کیا کیا کام لے رہا۔ ویوز اور شعاعوں کی متعدد اقسام کی دریافت کی بدولت ان گنت اسرار و رموز سے پرده اٹھا دیا ہے۔ میڈیا کل سائنسز نے انسانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا الیکٹریک میڈیا نے دنیا کو گلوبل ولیج بنادیا ہے۔ موافقی ایجادات اور کمپیوٹر کی دریافت نے انفارمیشن ٹیکنالوجی کو ایک نئی جہت عطا کر دی ہے۔ آپ دنیا کے جس کونے میں ہوں

جہاں چاہیں وابطہ کر سکتے ہیں۔ سائنس کے اس جدید دور میں روس کا کمیونٹ یا امریکہ کا لا دین شخص سائنسی کرامات دکھان سکتا ہے تو بندہ مومن کے لیے کیا یہ بات مشکل ہے۔ ڈاکٹر ہارٹ ورگ اپنی تصنیف ”نئی تحقیقات اور قرآن“ میں لکھتا ہے کہ:

”ہمیں یہ جان کر متعجب نہیں ہونا چاہئے کہ تمام سائنسوں کا منبع قرآن ہے۔“

قرآن جو تمام سائنسوں کا منبع ہے اہل ایمان کو اس پر تحقیق و تدقیق کرنے سے کائنات کے سربستہ رموز و اسرار کا انکشاف ہو سکتا ہے۔

اولیاء کرام کے کشف و کرامات کے واقعات میں گھڑت نہیں۔ بلاشبہ ان پاکیزہ انفس اور مقدس ہمیشہ کو (جن کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی قوتیں اور تو انا نیاں و دیعت کی گئی ہیں جو کسی نہ کسی حد تک تصرف کی استعداد بھی رکھتی تھیں اور اب بھی رکھتی ہیں۔ وہ ریڈی یا یہ لہروں کی کوئی بھی شکل یا کوئی بھی جسم (Medium) جسے باطن کی آنکھ کہہ سکتے ہیں ہو سکتی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بھی زیادہ تیز رفتار محبیر العقول ذرا لمع ہیں جن کا انسان ابھی تک ادراک نہیں کر سکا۔ نبی مکرم ﷺ کو برآق کے ذریعے چند لمحات میں آسمانوں کی سیر کر ادی تھی۔ واقعہ معراج النبی کی حقیقت کو سائنسی حقائق کی روشنی میں آئن شائن نے درست تسلیم کیا ہے۔ سائنسی تحقیقات کا دائرة جوں جوں وسیع ہو گا کائنات کے راز بھی افشا ہوتے چلے جائیں گے۔ چونکہ انسان نے زیادہ محنت مادی علوم پر کی ہے اس لیے اسے زیادہ تر کامیابیاں اسی میدان میں ہوئی ہیں اگر انسان خصوصاً بندہ مومن روحانیت پر اسی انداز سے محنت کرے اسے مادی علوم پر تحقیق کی نسبت روحانی علوم پر تحقیق و تجربات سے بہت زیادہ کشف اور کامیابیاں حاصل ہو سکتی ہیں۔ ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ مغرب نے جو سائنسی ترقی ایجادات اور انکشافات کئے ہیں ان کی تحقیق کی بنیاد و اساس اور مأخذ قرآن ہی ہے۔

اولیاء کرام اور مشائخ جو مقرر ہیں اور محبوبانِ الہی ہیں (انبیاء کرام کے بعد) بنی نوع انسان کے لیے گائیڈ (مرشد و رہنمایا) ہیں ان سے کشف و کرامات اور تحریفات سے بھرپور

واقعات کا وقوع پذیر ہونا نہ ہی غلط ہو سکتا ہے اور نہ ہی عجیب۔ ان واقعات کو چیک کرنے کے لیے پاس شریعت کے اصول و ضوابط ہیں جن پر عمل پیرا ہونا بہر حال مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ قرآن و سنت کو معیار اور نبیاد بنانا کر قدم اٹھائیے ذات باری تعالیٰ کی رحمتیں اپنے پاک طینت بندوں پر سایہ فلکن ہونے کے لیے بے قرار اور بے چین ہیں۔ کشف و کرامات کے موضوع پر سائنسی فکر بحث اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

## جدید سائنس اور تصوف الگ نہیں

(ماخذ از عزمِ نو اسلام نمبر)

خالق کائنات کی بہترین تخلیق انسان ہے۔ ذات باری تعالیٰ نے حضرت انسان کو علم کا تحفہ عطا فرمایا۔ تمام مخلوقات میں اشرف و افضل قرار دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان مسلمان اور پیغمبر تھے۔ نسل آدم کی رشد و ہدایت اور رہنمائی کے لیے ہر دور اور ہر قوم میں انبیاء و رسل مبعوث ہوتے رہے اور یہ سلسلہ سرور انبیاء حضور اکرم ﷺ پر ختم ہوا۔ بعض انبیاء اور رسولوں کو صحائف اور بعض کو کتب کا عطیہ ملا۔ انبیاء اور رسل کو معجزات خصوصی سے نوازا گیا۔ انبیاء کرام اور رسولوں کے حواریوں صاحبوہ کرام اور بعض اہل ایمان میں سے اللہ تعالیٰ مقربین و محبو بان کو کشف و کرامات کی استطاعت واستعداد و دیعت فرمائی۔ کشف و کرامات کے مہیط و محور اور محظوظ بندگان خدا کا محظوظ طریق زندگی اور مشغله تصوف ہے۔ تصوف کا مسئلہ کچھ متنازعہ سا بنا رہا ہے کیونکہ کشف و کرامات کے محیر العقول واقعات کا ہر کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ بعض لوگوں نے تصوف کو عین اسلام قرار دیا ہے اور بعض تصوف کو حدف تقدیم بناتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے نزدیک تصوف کے مختلف مثلاً مراقبہ، مکاشفہ، ریاضت، اور ادرونوٹائف اور پیر مقامات وغیرہ محض تصوراتی باتیں ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان چیزوں کا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ تصوف معاشرے کو بے عملی کی راہ پر ڈالتا ہے اور ایسے لوگ مذہبی عقائد اور باتوں کو بھی سائنس کی کسوٹی پر بلا محنت پر کھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ فہم و ادراک سے کام لیں تو انہیں یہ بات مانی پڑے گی کہ تصوف بھی سائنس ہے اور یہ سائنس قدرت نے آج سے چودہ سو سال پہلے روحانی اور بیانی طور پر افشا اور متعارف کر دی تھی۔ اس طرح کشف و

کرامات بھی سائنسی اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ اسلام کا سرچشمہ ہدایت قرآن کریم خدا کا بہت بڑا معجزہ اور تمام سائنسوں کا مجموعہ و محرزن ہے جو نسلِ آدم کی رہنمائی اور فلاح و بہبود کے لیے چودہ سو سال قبل نبی آخر الزمان ﷺ پر نازل ہوا۔ کیا لا تعداد ایسے لوگ نہیں ہوئے جنہوں نے خدا تعالیٰ کے معجزے ”قرآن پاک“ کا انکار نہیں کیا؟ جدید سائنسی تحقیقات قرآن میں بیان کردہ حقائق کو تسلیم کر رہی ہے۔ جیسے جیسے سائنس کی تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے اور انسان پر اسرار اور موز کے دروازے کھل رہے ہیں جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر ہارت ورگ ”نئی تحقیقات اور قرآن“ میں انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

”ہمیں یہ جان کر متعجب نہیں ہونا چاہئے کہ تمام سائنسوں کا منبع قرآن ہے۔“

**مذہب عقائد معبود اور عبادت**

مذہب کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ نسلِ آدم کی تاریخ پرانی ہے۔ انسان میں خدا کا تصور اس کی عبادت کا عقیدہ اور طریقہ ہمیشہ ہی موجود رہا ہے ہندو لا تعداد دیوی دیوتاؤں کی پوجا و پرستش کرتے ہیں۔ مجوسیوں نے آگ کو معبود کا درجہ دے رکھا ہے اور اس کے سامنے رکوع کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اسلام اہل ایمان کا مذہب رہا ہے۔ دنیا کے ہر مذہب میں معبود کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ خدا کی یاد کا حکم اور عبادت کے قوانین اور اوقات مقرر ہیں۔ یہود میں مزمور، پارسیوں میں زمزمه، عیساویوں میں دعا، ہندوؤں اور سکھوں میں بھجن اور اسلام میں حمد و تسبیح ہے۔ اسلام میں نماز ایک ایسی عبادت ہے جو صرف رکوع و سجود کا نام ہی نہیں بلکہ یہ تاثر پیدا کرتی ہے کہ خدا صرف ایک ہی ہے اور وہ ہی لا اُن عبادت ہے۔ اسی کے سامنے رکوع و سجود کرنا چاہئے۔ ہر مذہب کی بنیاد عقائد ہیں۔ عقائد کے بغیر انسانی زندگی ادھوری ناکمل اور تشنگی کا شکار رہتی ہے۔ ہر عقیدے کے قواعد و ضوابط مقرر ہیں۔ اسلام نے ہمیں یہ عقیدہ دیا کہ خدا ایک ہے وہ حاضر و ناظر ہے اور محمد ﷺ خدا کے آخری نبی ہیں۔ اس عقیدے کے قواعد و ضوابط خدا

کی کتاب قرآن میں موجود ہیں۔

## کائنات (طبیعت اور ما بعد الطبیعت)

### 1- طبیعت

کائنات جس میں ہم سب رہ رہے ہیں بہت وسیع و عریض ہے اور اس کا نظام کار انہائی پُر چیز اور سربستہ اسرار و رموز کا مجموعہ ہے۔ انسان اپنی خونے تجسس اور جلت کی وجہ سے کائنات کے اسرار معلوم کرنے میں ہمیشہ سے سرگردان ہے۔ بحر و براور خلاء میں اس کی تحقیق و جستجو کا سلسلہ جاری ہے۔ انسان کہیں سمندروں کے پانی کھنگال رہا ہے۔ کہیں پہاڑوں کا سینہ چیرنے میں مصروف ہے تو کہیں دھرتی کے دل میں سوراخ کرنے میں مگن ہے۔ راکٹوں سیاروں اور خلائی شٹلز کے ذریعے ستاروں پر کندیں ڈالنے کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ چاند اور مریخ سے بھی آگے اس کی تحقیقات کا دائرة وسیع ہوتا جا رہا ہے کائنات کے بارے میں کچھ رقم کرنے میں پہلے یہ کہوں گا کہ اس کی بقا کا دار و مدار باہمی ربط و تعلق اور اتباع قوانین فطرت پر ہے انقطاع ربط و تعلق اور عدم اتباع ضوابط کا نتیجہ کائنات کی فنا کی صورت میں ہوگا۔

### کائنات اور مادہ

سامنہ دانوں کا خیال ہے کہ کائنات مادے (Matter) سے بنی ہے۔ جب کائنات وجود میں نہ آئی تھی تو مادہ کہاں تھا اور کس شکل میں تھا۔ بعض سامنہ دانوں کا کہنا ہے کہ مادہ تو انہی کی شکل میں تھا۔

مادہ کیا چیز ہے؟ مادے کے بارے میں سامنہ دانوں کا نکتہ، نظریہ ہے کہ مادہ ایٹم (ذرات) اور ایٹم الیکٹرانز، نیوٹرانز اور پروٹائز پر مشتمل ہے۔ سائنس کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف اس چیز کا وجود تسلیم کرے گی جو نظر آئے گی۔ لیکن سائنس مادے کو توڑ کر بھی ذرات کو دیکھنے میں کامیاب نہ ہو سکی تو پھر سائنس ان ذرات کے وجود کو کیوں تسلیم کرتی ہے جنہیں کبھی دیکھا ہی نہیں گیا۔ بھلی الیکٹرانز کے بہاؤ (Flow) سے پیدا ہوتی ہے لیکن جب

ایکیہ انز کو دیکھا ہی نہیں گیا تو بھلی کی تھیوری محض تصوراتی طور پر کیوں تسلیم کر لی گئی۔

### ما بعد الطبيعاتی مسائل

طبیعت سے متعلق علم کو (Physics) فزکس اور ما بعد الطبیعت کو (Mata Physics) کا نام دیا گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سائنس کی ایک اور شاخ (Para Science) کیا گیا۔ پیرا سائنس کا کام غیر مادی نکالی گئی جیسے پیرا سائنس (Non-Matter) پر تحقیق کرنا ہے اس طرح سائنس نے اس حقیقت کا اعتراف کر لیا ہے کہ مادے کے علاوہ غیر مادی افعال بھی موجود ہیں۔ پیرا سائنس کی تحقیقات کے موضوعات یوگا، ٹیلی پیتھی اور ہپنا ٹزم وغیرہ ہیں۔

### خیالات کی اثر انگیزی

کائنات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو دوسری اشیاء پر اثر انداز نہ ہوتی ہو۔ روزمرہ کے مشاہدے سے ہے کہ لگاؤ اور جذبے کی شدت، روحانی اور قلبی تعلق پیدا کرتی ہے۔ محبت کا شدید جذبہ محبت ہزاروں کلومیٹر دور بیٹھے محبوب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جب کسی کو کوئی اندوہ ناک واقعہ پیش آتا ہے تو اس کے خون کے رشتہ دار اور عزیز واقارب کے قلوب وارواح اسے محسوس کرتے ہیں۔ دل کو سکنل بھجتے ہیں۔ چند پرندے کی ایک دوسرے کو سکنل دیتے ہیں۔

### قوتِ ارادی یکسوئی اور خیالات

جس شخص کی قوتِ ارادی زیادہ مضبوط ہو وہ دوسروں پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے جب ہم کسی چیز پر اپنی پوری توجہ یکسوئی کے ساتھ مر تکز کر دیتے ہیں تو ہمارے خیالات اس چیز میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ بارہا یہ مشاہدے میں آیا ہے کہ آپ کسی سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں لیکن وہ شخص آپ کے پوچھنے سے پہلے ہی آپ کی بات کا جواب دے دیتا ہے اسلام میں یکسوئی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ نماز اس وقت تک نماز نہیں ہوتی جب تک اس میں یکسوئی نہ ہو۔ اور نماز پڑھنے والا اس یقین کے ساتھ نماز پڑھے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے یا وہ خدا کو دیکھے

رہا ہے۔

## قوتِ خیال

خیال بذاتِ خود ایک توانائی متحرک ہوتی ہے۔ کائنات کی پوشیدہ توانائیاں کارخانہِ قدرت کو چلا رہی ہیں۔ کائنات کا ہر ذرہ اور ہر ذرے میں موجود توانائیاں اپنے درمیان ایک خاص ربط رکھتی ہیں اور مربوط قواعد و ضوابط کے تحت اپنا نظام برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ چاند سورج اور زمین اپنے اپنے مدار میں محو گردش ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ اپنے مدار سے ہٹ کر چلیں۔ موسم کے تغیر و تبدل ایک طے شدہ قاعدے اور کلیے کے مطابق ہو رہے ہیں۔ پس کائنات کی توانائیوں میں ارتعاش پیدا ہوا تو دماغ میں کسی خیال نے جنم لیا جس سے دماغ کے پردوں میں ارتعاش پیدا ہوا کیونکہ خیال ایک توانائی ہے اور ارتعاش کا سبب خیال کی توانائی ہے۔ اگر خیال کی قوت کو بڑھادیا جائے تو یہ قوت کیا نہیں کر سکتی؟

حرکت میں رہنا توانائی کی خاصیت ہے مثلاً روشنی ایک توانائی ہے۔ اس کی باقاعدہ ایک ولینٹھ (Wave Length) ہے اور یہ 186000 میل فی سینٹ (اندازاً) کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ گائیڈ ڈیزائل پر استعمال ہونے والی توانائی متحرک ہے۔ ٹی وی اور ریڈیو سٹیشن سے ہمارے گھر کے ٹی وی اور ریڈیو سیٹ تک پہنچنے والی توانائیاں ویوز (Waves) کی شکل میں متحرک ہیں۔

## طااقت کا اصول اور توانائیوں کا باہمی ربط

کائنات میں جدھر دیکھیں طاقت، ہی ہر طرف غالب نظر آتی ہے۔ بڑی توانائیوں نے کمزور توانائیوں کو دبوچ رکھا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں یہی اصول کارفرمان نظر آتا ہے۔ فرکس کا بھی یہی اصول ہے کہ جو توانائیاں طاقتور ہوتی ہیں وہ نہ صرف چھوٹی چھوٹی توانائیوں پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتی ہیں بلکہ مادے کی شکل تبدیل کرنے کی قدرت بھی رکھتی ہیں۔

## معجزات اور کشف و کرامات

اولیاء اللہ کی توانائیاں شعورِ برتر کی سطح کی توانائیاں ہوتی ہیں۔ ان میں اس قدر شدت ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف کمزور توانائیوں والے اشخاص پر اپنا اثر مرتب کرتی ہیں بلکہ مادے پر تصرف کی قدرت بھی رکھتی ہیں۔

### اللہ کا تصور

چھوٹی اور بڑی توانائیوں کے ربطِ تسلسل سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ ہر چھوٹی توانائی اپنے سے بڑی اور سُپر (Super) توانائی کے تابع اور زیرِ کنٹرول ہوتی ہے یہ تسلسل اور ربط ہمیں اس نکتہ پر لاتا ہے کہ تمام بڑی بڑی توانائیاں خود بھی کسی بڑی توانائی کے زیرِ اثر ہوں گی جو ان توانائیوں سے کئی گناہ دید اور بڑی توانائی ہو گی اور یہی وہ انتہائی اعلیٰ قوت (Extra Super Power) ہو گی جس نے تمام توانائیوں پر ہولڈ اور کنٹرول قائم کر رکھا ہے۔ بلاشبہ یہی ایکسٹرا سپر پاور (Extra Super Power) ہے جسے ہم خداۓ بزرگ و برتر کا نام دیتے ہیں۔ اگر ہم خیال کی توانائیوں کو اس قدر بڑھا لیں کہ یہ اللہ کی توانائی سے رابطہ قائم کر لیں تو سمجھئے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے ڈائریکٹ ڈائلنگ کا کنیکشن مل گیا۔ مگر یہ اتنا آسان کام نہیں۔ اس کے لیے انبیاء کرام اولیاء اللہ اور خدا کے محبوب بندگان کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا ہو گا اور ان کا طریقہ اپنانا ہو گا۔ کسی بھی توانائی سے رابطہ بھی ہو گا جب انسان اپنی پوری توجہ اس توانائی پر مرکوز کر دے اور اس چیزیاں توانائی کی معنویت میں خود کو گم کر دے۔ جب عقل و فہم کا ہر زاویہ اس ایک نقطے پر ہی مرکوز ہو گا تو تب انسان کا اس چیز سے (غائبانہ) رابطہ ہو جائے گا۔ جب آپ کے دل و دماغ کی زبان پر محض اللہ کا لفظ ہو گا تو پھر یقیناً اس انسان کی توانائی اللہ تعالیٰ کی طاقتور ترین توانائی سے رابطہ قائم کرے گی۔ اللہ تعالیٰ سے رابطے کا حال اور مقام و منظر ”امام نووی کی اربعین“، میں مذکور حدیث قدسی میں بیان کر دیا گیا ہے یہ حقیقت ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ انسانوں کا باہمی تعلق مادی نہیں روحانی ہوتا ہے۔ درحقیقت ہمارے اندر کی توانائیاں ایک دوسرے سے رابطہ

کرنے پر مجبور کردیتی ہیں اسی روحانی اور دلی ربط کی وجہ سے انسان انسان سے پیار کرے ہے اور ہزاروں میل دور بیٹھے انسان کا دل دوسرے انسان کے لیے ترپتا ہے۔ دلوں کی بے پناہ کشش قربتیں پیدا کرتی ہے۔

### اجسام سے مقناطیسی لہر کا اخراج اور ہالہ نور

ہر جسم سے مقناطیسی اثرات کی حامل آن دیکھی لہریں خارج ہوتی ہیں۔ ہر انسانی جسم کے ارد گرد روشنی کا بنا ایک اور جسم ہوتا ہے جو انسان کے گوشت پوست سے بنے جسم کے ہم شکل ہوتا ہے۔ اسے ہالہ نور (Aura Light) کہتے ہیں۔ جس ہالہ نور کی دریافت سائنسدانوں نے کی ہے اس کی نشان دہی حضرت شاہ ولی اللہ نے کئی سال پہلے کر دی تھی۔ اس نوری ہالے کا نام انہوں نے ”نسمه“ رکھا تھا۔ یہ ہالہ جس قدر طاقتور ہو گا اس کی لہریں اتنی ہی دور جاتی ہیں اور اسی قدر انسان کی شخصیت مسحور کن اور پرکشش ہوتی ہے اور اس کا مالک مقناطیسی شخصیت کا حامل ہو گا۔ اگر یہ ہالہ نور کمزور ہو تو کشش باقی نہیں رہتی۔ حال ہی میں روی سائنسدانوں نے ”انفاریڈ“ شعاعیں خارج کرنے والے کیمرے سے اس ہالہ نور کی تصویر کشی بھی کی تھی انہوں نے دریافت کیا کہ دماغ میں پیدا ہونے والے خیالات اس ہالہ نور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ثابت سوچوں کی صورت میں یہ سفید سنہرہ اور منفی سوچوں کی صورت میں بھورایا کالا ہو جاتا ہے۔

صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کی مختلف ریاضتوں اور مجاہدات سے یہ ہالہ نور طاقتور ہو جاتا ہے اور اسکی اثر انگلیزی میں بھی زبردست اضافہ ہو جاتا ہے۔

### افعال دماغ

جدید ترین تحقیق کے مطابق دماغ کو کارکردگی کے لحاظ سے سات فرضی حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

#### 1۔ شعور

شعور کے ذریعے ہمارا رابطہ اس بیرونی دنیا سے ہوتا ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔

ہمارے حواس خمسہ (قوتِ لامہ شاذِ الْقَه سامیہ اور باصرہ) کا تعلق اسی حصہ سے ہے۔ اس شعوری طاقت کے ذریعے ہم سوچتے، سمجھتے، حساب کرتے اور روزمرہ زندگی کا لائچہ عمل مرتب کرتے ہیں۔

## 2۔ تحت الشعور

یہ ہمارے جسم کا کنٹرول روم ہے۔ جہاں سے جسم کو حرکت کرنے کا سکنل ملتا ہے۔ رنج و فکر اور خوف و خوشی یہ تمام احساسات تحت الشعور سے تعلق رکھتے ہیں۔

## 3۔ یادداشت / حافظہ

یہ حصہ تحت الشعور کے اندر ہی ہے بیرونی دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا عکس اور تجزیے یہاں محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ جسم کا ریکارڈ روم ہے۔ ہمارا شعور جب کوئی پرانی بات یاد کرنا چاہتا ہے تو یادداشت (Memory) فعال ہو کر شعور کو مطلوبہ معلومات فراہم کرتی ہیں۔

## 4۔ تخلیق

دماغ کا یہ حصہ اس وقت سرگرم عمل ہوتا ہے جب ہم کوئی خواہش کرتے ہیں کسی چیز سے ڈرتے ہیں یا دعا مانگتے ہیں۔ یہ حصہ، خواہشات حقیقت میں انسان کی اخلاقی مدد کرتا ہے۔

## 5۔ توانائی

بیماری یا زخم لگ جانے کی صورت میں یہ حصہ عمل پیرا ہوتا ہے اور جسم کی قوتِ شفاء کو حرکت میں لا تاتا ہے۔

## 6۔ وجود ان

اسے چھٹی حس بھی کہتے ہیں۔ اس حصے کی کیفیت وجود انی ہوتی ہے جس کا شعور ادراک نہیں کر سکتا۔ خوابوں کا تعلق اس سطح سے ہے۔

## 7۔ شعور برتر

یہ روحانیت کا علاقہ ہے۔ اس کے ذریعے ہم ناقابل فہم باتیں غیر محسوس طریقے سے سمجھتے ہیں۔

لیتے ہیں۔ یہ حصہ مادی وجود اور زمان و مکان سے بے نیاز ہے۔ اور خالص تارو حانی سطح پر کام کرتا ہے۔

### حقیقت زمان و مکان

وقت ایک متحرک چیز ہے۔ اس کی باقاعدہ ایک لمبائی ہے جو ماضی حال اور مستقبل پر محیط ہے۔ ہم صرف اس لمحے کو دیکھ سکتے ہیں جو ہمارے سامنے موجود ہے۔ حال کا ہر لمحہ گزر کر ماضی میں ضم ہو جاتا ہے۔ اور ایک لمحہ مستقبل سے نکل کر ہمارے حال میں آ جاتا ہے۔ ہم ماضی اور مستقبل کونہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ادراک کر سکتے ہیں۔ ہم صرف اس لمحے کا ادراک کر سکتے جو ہم گزار رہے ہیں۔ ہمارے لیے ماضی اور مستقبل ساکن ہیں اور صرف وہ لمحہ متحرک ہے جو ہمارے سامنے سے گزر رہا ہے۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ لمحہ کہاں سے آیا اور کس جگہ گم ہو گیا۔

### مشاہدے کا حرکت کرنا

آپ کے مشاہدے میں یہ بات آئی ہو گی کہ جب آپ ریل گاڑی کے ذریعے سفر کر رہے ہوتے ہیں تو آپ کی ٹرین ریلوے ٹیشن پر رک جاتی ہے۔ اور پھر ایک اور ٹرین آپ کی ٹرین کے متوازن آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور چند لمحات ٹھہرنے کے بعد ٹرین پر حرکت کرنے لگتی ہے تو یوں لگتا ہے کہ ٹرین جس میں آپ سوار ہیں نے حرکت کرنی شروع کر دی ہے حالانکہ وہ ساکن ہے۔ یہ آپ کے مشاہدے اور محسوسات کے دھوکے کی وجہ سے ہے کیونکہ آپ کا مشاہدہ دوسری گاڑی کی نسبت سے حرکت میں تھا اور اپنی گاڑی کی نسبت سے ساکن تھا۔ آپ کو حقیقت کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب دوسری گاڑی گزر جاتی ہے۔ اور آپ کا مشاہدہ رک جاتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ مشاہدہ حرکت کرتا ہے۔ مشاہدہ اگر برق رفتاری کا مظاہرہ کرے تو ماضی اور مستقبل کے لمحات کا ادراک بھی کیا جاسکتا ہے جیسا کہ لوگ خواب میں ماضی اور کبھی مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی جھلک سے باصرہ نواز ہوتے ہیں۔ خواب میں زمان و مکان کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور آپ کی تمام دن کی مصروفیات

دشمن کے خواب میں سما جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالمِ خواب میں شعور کی گرفت جسم پر کمزور پڑ جاتی ہے۔ اور شعور برتر جاگ جاتا ہے جس کے لیے زمان و مکان کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ وقت جو ماضی حال اور مستقبل تک محیط ہے ہمارے قریب و بعید کہیں موجود ہے۔ مگر ہم دیکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

### انسان کی ذات اور قوتِ مشاہدہ

انسان کی ذات داخلی اور خارجی حصوں پر مشتمل ہے۔ داخلی حصہ اس کا اصل ہے اور گوشت پوست کا بنا ہوا حصہ اس کا خارجی حصہ اور لباس ہے اس کا ظاہری حصہ زمان و مکان کا محتاج ہے جبکہ داخلی حصہ زمان و مکان سے آزاد اور بے نیاز ہے۔ اگر آپ مزارِ قائدِ اعظم یا مینارِ پاکستان دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو مخصوص فاصلہ مخصوص وقت میں طے کرنا پڑے گا تب آپ یہ مقام دیکھ پائیں گے۔ لیکن اگر آپ بیٹھے بٹھائے بادشاہی مسجد مینارِ پاکستان یا مزارِ قائدِ اعظم کا تصور بنائیں تو آپ کے ذہن میں دھندا ساخا کہ ضرور بن جائے گا لیکن یہ ساخا کہ دھندا ہو گا جس کی وجہ آپ کے تخیلاتی مشاہدے کی کمزوری ہو گی۔ اگر آپ اپنا مشاہدہ طاقتوں بنالیں تو یہ دھندا ساخا کہ زیادہ روشن ہو جائے گا۔ چونکہ ہم نے اپنی ساری توجہ اپنے خارجی حصے کی پروش پر لگا رکھی ہے اس لیے ہمارا داخلی حصہ یعنی روحانی جسم کمزور تر ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اپنے روحانی جسم کی طرف توجہ دیں تو ہمارا مشاہدہ اتنا طاقتوں اور تیز ہو سکتا ہے کہ وہ کائنات کے پوشیدہ اسرار و رموز کا عرفان اور شناسائی بھی حاصل کر لے۔

### انسانی جسم کی بر قی رو

انسان مادہ اور مرکب ہے۔ روح اس کائنات کا جسمِ لطیف اور لطیف ترین توانائیوں میں سے ایک ہے۔ بدن روح کا لباس ہے جس کے ذریعے افعال سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ ہمارا جسم خلیات (Cells) پر مشتمل ہے۔ ان خلیات (Cells) کے پروٹوپلازم (Protoplasm) میں توانائی ناقابلِ یقین رفتار سے گردش کرتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں جسم کے ارگردہ الہ نور وجود میں آتا ہے۔ جسم میں روحانی توانائی کی گردش اسی طرح ہے

جیسے ہمارا برتقی نظام۔

## جسم انسانی کے پاورہاؤس

ہمارے برتقی نظام میں بھلی کی تریل اور کنٹرول کے لیے جگہ جگہ گرد اسٹیشن بنائے جاتے ہیں۔ گرد اسٹیشن کے ذریعے تریل کے (Losses) نقصانات کو (Cover) کیا جاتا ہے۔ ہمارے جسم کے چند مقامات مثلاً ریڈھ کی ہڈی کی نالی (حرام مغز)، دماغ کے بالائی حصے، ناف کے نیچے والے حصے، سینے کے دونوں اطراف، پیشانی کی جڑ اور قلب میں عصب کچھوں کی مانند کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ یہ جسم کے گرد اسٹیشن ہیں۔ اور تصوف کی زبان میں انہیں لطائف کہا جاتا ہے۔ جب ہم ان مقامات پر توجہ مرکوز کر دیتے ہیں تو کائنات کی توانائیاں ان میں جذب ہو کر جسم میں موجود روحانی توانائی میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ جب لطائف جو ہمارے جسم کے گرد اسٹیشن ہیں پر انوار کی لہریں اثر انداز ہوتی ہیں تو جسم کے اندر بہنے والی روحانی توانائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ اضافہ ہمیں اپنے جسمانی وجود سے بے نیاز کر کے روح کو اس قابلیت بنا دیتا ہے کہ وہ جہاں چاہے جاسکتی ہے۔ اس کی مثال سیر کعبہ، سیر جنت اور دوسری سیریں ہیں۔ اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام جو ریاضتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اس سے روحانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

### لطائف ستہ

اس کائنات کے خالق و نگہبان کی قوت کی ذاتی لہروں یا انوار کا مظہر کائنات کی ہر چیز میں جاری و ساری ہے کیونکہ

(1) تخلیق کے خدو خال اور اعمال و فرائض میں خالق کی جھلک ہمیشہ نمایاں ہوا کرتی ہے۔

(2) تخلیق کے خالق کے ذہن میں کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا نقشہ موجود ہے اور وہی ذات اس کی ذمہ دار اور خالق ہے جیسا کہ ہر نقشہ نویس کے ذہن میں پہلے عمارت کا نقشہ بنتا ہے اور (کاغذ پر) نقشہ یا تصویر بنتی ہے۔

(3) اس کائنات کی تخلیق و تشکیل اس قوت کا ذاتی ارادہ تھا۔

(4) خالق کائنات اگرچہ مختار کل اور ہر چیز سے بے نیاز ہے مگر کائنات اور تخلیق کے ذریعے اسے اپنی پہچان اور تعارف کرانا مقصود تھا۔ اس لیے اس نے اپنی تخلیق میں اپنی بھی کچھ صفات رکھ دیں اور یہ امر ناگزیر تھا کیونکہ ہر خالق کی تخلیق پر اس کا مونوگرام اور ہر کمپنی کی مصنوعات پر اس کا ٹریڈ مارک ضرور موجود ہوتا ہے تاکہ کمپنی کی جان پہچان ہو۔

تصوف میں تخلیق کے خالق کے خدو خال اور مونوگرام کی پہچان اور معرفت کے لیے مختلف ریاضتیں اور مجاہدے متعین ہیں۔ ہمارے قابل احترام صوفیاء اور صاحبِ نظر علماء و مشائخ نے اس کے لیے قرآن و سنت اور صحابہ کرام کی زندگیوں سے رہنمائی حاصل کی، ذاتی طور پر کاوشیں کیں، تحقیق و تجربات کیے جس کے نتیجہ میں لطائف ستہ دریافت ہوئے۔ یہ سات مرحلی یا وہ سات لبارٹریاں ہیں جن سے آغاز کر کے تخلیق کا اپنے وجود کو اپنے خالق کو سمجھنے کا عمل شروع ہوتا ہے اور ہم عملی طور پر اپنے اور اپنے خالق کے درمیان نادیدہ ربط سے آگاہ ہوتے ہیں۔

### لطائف اور ارتکازِ توجہ

انسان کی تخلیق کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ وہ بہت سی سمتیوں پر توجہ دینے پر مجبور ہے۔ داخلی و روحانی قوتیوں کو بیدار کرنے کے لیے نقطۂ ارتکاز از حد ضروری ہے۔ ارتکازِ توجہ کو ممکن بنانے کے لیے ساتوں لطائف کو یکے بعد دیگرے نقطۂ ارتکاز بنایا جاتا ہے۔ یہ سرکل کچھ اس طرح چلتا ہے کہ ارتکازِ توجہ خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی بھی لطیفے پر توجہ مرکوز کر کے وہاں خیالی ضربیں اگانے سے توجہ نہیں بھٹکتی اور نقطۂ ارتکاز پر مجتمع ہو جاتی ہے۔ پھر جب اگلے مرحل شروع ہو جاتے ہیں اور ان لطائف پر خالق کائنات کی عطا کردہ انوار کی لہروں کی بارش ہونے لگتی ہے تو توجہ کی یہ قوت اتنی مضبوط ہو جاتی ہے کہ اپنے وجود سے نفل کر خالق کائنات کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔ اس مرحلے کو آگے بڑھانے اور خالق سے آشنای حاصل کرنے کے لیے مراقبamt کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔

لگن ارتکاز یکسوئی اور نصب العین

یہ مسلم ہے حقیقت ہے کہ خیالات ہی عمل کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ اگر ہم خود کو بیمار خیال کریں تو یقیناً ہماری طبیعت ناساز گاری محسوس ہوگی۔ اور آپ اپنے آپ کو تندرنست خیال کریں تو آپ خود کو ہشاش بشاش محسوس کریں گے۔ خیال کی عظمت اور توانائی کے بل بوتے پر انسان بڑے بڑے کام کر جاتا ہے۔

ہر شخص کی اپنی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں جن میں وہ دلچسپی (لگن) رکھتا ہے۔ کچھ لوگ کھیل کو دا اور کچھ مطالعہ میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ بعض لوگ موسیقی سے لطف انداز ہوتے ہیں تو بعض سے شغف رکھتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کو عبادت میں سکون ملتا ہے ذکرِ الہی میں واقعی سکون قلب میر آتا ہے تو پھر کیوں نہ ہم اپنی ترجیحات کو مذہب سے منسلک کر دیں۔ اگر ایسا کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے تو پھر دماغ مذہب میں بھی لذت محسوس کرنے لگے گا۔ ساری بات دلچسپی اور لگن کی ہے۔ ہو سکتا ہے ابتداء میں آپ کا دماغ عبادت کی طرف راغب ہونے میں مزاحم ہو یعنی اگر آپ نے قوتِ ارادتی سے کام لیا تو دماغ آپ کی ہربات ماننے پر مجبور ہوگا۔

کسی بھی کام کو سرانجام دینے کے لیے ارتکازِ توجہ اور مکمل یکسوئی کی اشد ضرورت ہے۔ ارتکازِ توجہ کی یہ کیفیت ہو کہ محض کام یا چیز کے علاوہ باقی تمام خیالات کو دل سے نکال دیا جائے جب آپ اپنی توجہ کسی چیز کی طرف مرکوز کرتے ہیں تو آپ کے دماغ کے ماورائی ہے بھی فعال ہو جاتے ہیں۔ جتنی توجہ گہری ہوگی اتنی ہی شدت سے وہ چیز آپ میں جذب ہوتی چلی جائے گی۔ تصوف میں جب یکسوئی اور ارتکاز کی کیفیت میں اپنے آپ کو استاد یا مرشد کے رو برو تصور کیا جاتا ہے تو مرشد کے جسم سے نکلنے والی نادیدہ اور غیر مرمری شعاعیں سالک کی شخصیت میں جذب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ توجہ، یکسوئی اور ارتکاز کے لیے جب آپ اپنے دماغ کو اپنے زیر اثر کریں گے تو یقیناً آہستہ آہستہ دماغ آپ کے تابع ہو جائے گا۔ لغو اور فضول خیالات کو ذہن سے نکالنا ہوگا۔ دنیا میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوئے ہیں جو اپنے دماغ کو قابو کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ کامیاب زندگی گزارنے کے

لیے کوئی نہ کوئی نصب العین ہونا ضروری ہے۔ بہتر نصب العین کامیاب زندگی کا ضامن ہوتا ہے۔ نصب العین کا تعین قوت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو بیکار خیالات کی آمد کو روک دیتا ہے۔

### مراقبہ اور سائنس

ذہنی الجھنوں سے نجات کا حلِّ مشیات نہیں بلکہ مراقبہ ہے جس کے نتائجِ مشیات سے کئی گناہاترین ہیں۔ اس سے سکون ملتا ہے۔ اور دماغی قوت پڑھتی ہے۔ ارتکازِ توجہ سے لے کر کشف میں صرف خیال کی قوت کا فرمان نظر آتی ہے۔ یہ خیال کے قوت ذہن سے نکل کر کہاں اور کس سمت سفر کرتی ہے؟ سائنسدانوں کے مطابق اس کائنات میں بے شمار قسم کی توانائیاں لہروں کی شکل میں موجود رہتی ہیں مثلاً اُن وی اور ریڈ یو کی لہریں، سیاروں سے آنے والے سگنل اور مائیکرو و یوز وغیرہ۔ علاوہ ازیں کائنات کا ہر ذرہ ایک مقناطیسی میدان کا حامل ہے پوری کائنات ایک طاقتور مقناطیسی میدان ہے۔ کائنات کا یہ مقناطیسی میدان جذباتی توانائی (Emotional Energy) ہے۔ خیالات کی لہریں مقناطیسی میدان میں ارتعاش پیدا کرتی ہیں۔ جب ہم خدا کا تصور کر کے اس کے حضور دعا مانگتے ہیں تو ہمارے دعا سے خیالات کی طاقت (لہروں کی شکل میں) پشم زدن میں عرشِ معلیٰ پر پہنچ جاتی ہیں وہیں قبولیت یارو کی لہریں واپس ہم تک پہنچ جاتی ہیں سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ ایک توانائی اپنی شکل تبدیل کر کے دوسری توانائی میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ کائنات میں موجود ہر چیز سے لہریں نکلتی ہیں۔ اور مقناطیسی میدان کے ذریعے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ علماء کرام بتاتے ہیں کہ جب کوئی پاکیزہ روح کہیں نازل ہوتی ہے تو ماحول خوبی سے مہک اٹھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ پر روح القدس کا نزول ہوتا تھا تو ہر سو خوبی کی لہریں پھیل جاتی تھیں۔ خود رحمت اللعائیں ﷺ کا جہاں سے گزر رہتا تھا فضائی کئی دنوں تک معطر رہتی تھی۔

جب ہم کسی دکھی انسان کی مدد کرتے ہیں تو اس کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں کائنات

کے مقنایی میدان میں لہریں پیدا کرتی ہیں۔ پھر وہ لہریں ملکوتی قوتوں سے جانکراتی ہیں جو اپا ان قوتوں سے نکلی ہوئی لہریں ہمیں سکون پہنچاتی ہیں۔ سامنے اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ تمام اجسام پیغام رہانی کرتے ہیں تو پھر یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ دو انسان اور ان کی سوچیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اور ان کے خیالات کی فریکوننسی بھی جدا ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنی سوچ کا کسی دوسرے شخص کی سوچ سے رابطہ پیدا کرنا چاہیں تو ہمیں بھی اپنے خیالات کو اس شخص کے خیالات کی فریکوننسی پر لانا پڑے گا جو کہ محض ارتکازِ توجہ سے ممکن ہے۔ دراصل ہم دو مختلف فریکوننسیوں کو ایک جگہ پر اکٹھا کر رہے ہوتے ہیں تا کہ ان کا باہم رابطہ قائم ہو جائے۔ اس مقام و موقع پر تصوف کی ایک اور گرہ کھلتی ہے کہ جب صاحبِ کشف حضرات کی محفل میں بیٹھ کر مراقبہ کیا جاتا ہے تو ارتکازِ توجہ کی گہرائی سے ہماری فریکوننسی کا رابطہ ان کی فریکوننسی سے ہو جاتا ہے۔ سامنے بتاتی ہے کہ تو انہی ہمیشہ زیادہ مقدار سے کم مقدار کی طرف بہتی ہے اور تو انہی کا فرق برابر کر نیکی کوشش کرتی ہے۔ چنانچہ ان کے پاکیزہ خیالات انوار کی شکل میں ہمارے خیالات پر اثر انداز ہونے لگتے ہیں جس کے سبب ہمارے خیالات بھی پاکیزہ ہونے لگتے ہیں۔ اس عمل میں ہمارے محسوسات کی گہرائی کا بہت عملِ دخل ہے۔ محسوسات جتنے گہرے ہوں گے خیالات کا بہاؤ اتنا ہی تیز ہو گا۔ مراقبہ ارتکاز یا توجہ کی بہترین شکل ہے۔ دیگوئندہ اہب مثلاً بدھندہ بہ میں بھی مراقبہ کا تصور ملتا ہے۔ یورپ میں سکون قلب حاصل کرنے کے لیے مراقبہ ہال قائم ہیں۔ مراقبہ میں انسان اپنے عمومی حواس سے بہت بلند ہوتا ہے تو دماغ کی لہروں میں تبدیلی آتی ہے۔ عام حالات میں ہمارے دماغ میں بیٹھا لہریں (Beta Waves) پیدا ہوتی ہیں جن کی کوئی ترتیب نہیں ہوتی۔ خیالات گڈ ڈھ ہو جاتے ہیں اور آتے جاتے ہیں۔ مراقبہ کی حالت میں بیٹھا لہریں الfa (Alfa) لہروں میں تبدیل ہو جاتی ہیں جن سے کئی کیمیائی اور فعلی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً خون میں لیکٹیٹ (Lactate) کی کمی آنا شروع ہو جاتی ہے لیکٹیٹ کی زیادتی جسمانی اور ذہنی تحکیم کا موجب بنتی ہے تنفس کی رفتار میں کمی آ جاتی ہے۔ دل کی رفتار

بھی کم ہو جاتی ہے جس سے جسمانی اور ذہنی تھکن دور ہو جاتی ہے۔  
الفالہروں کی پیدائش ہمارے دماغ کے اس حصے کو فعال کرتی ہے جس کا تعلق ماوراء  
ادرائک اور وجدان سے ہے جسے شعور برتر کا نام دیا جاتا ہے۔ ہمارے دماغ کا اوپر کا حصہ  
دو سطحوں میں منقسم ہے۔

1- دایاں حصہ نصف کرہ Right Cerebral Hemisphere

2- بایاں حصہ نصف کرہ Left Cerebral Hemisphere

دایاں نصف کرہ ارتکازِ توجہ یا مراقبہ کے دوران جاگتا ہے۔ اور یہ تمام امور الفا  
لہروں کی مدد سے سرانجام دیتا ہے۔ دماغ کا بایاں نصف کرہ ہماری شعوری سوچوں اعمال  
گفتگو اور افعال کو کنٹرول کرتا ہے۔

### ارتکاز اور کشف

جیسے جیسے ارتکاز گہرا ہوتا جاتا ہے الفالہریں بتدریج تھبیٹا لہروں میں تبدیل ہونے لگتی  
ہے۔ جب تھبیٹا لہریں دماغ کے دائیں نصف کرے کوکلی طور پر عمل میں لے آتی ہیں تو شاہد  
کی ذات مشہود میں مدغم ہو جاتی ہے۔ مراقبہ کرنے والا اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو کر اپنی  
ذات کی نفی کر رہا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو اس مقصد میں گم کر رہا ہوتا ہے جس پر اس نے اپنی  
توجہ مرکوز کی تھی۔ تصوف میں یہ فنا کا مرحلہ ہوتا ہے یعنی کوئی شخص اگر اپنے مرشد پر توجہ مرکوز  
کر دے تو یونہی تھبیٹا لہریں پیدا ہوں گی وہ شخص فنا فی المرشد کے مرحلے میں داخل ہو جائے گا  
جب تھبیٹا لہریں لا شعور کوکلی طور پر اپنے کنٹرول میں لے لیتی ہیں تو اس عالم میں ”کشف“  
بھی ہو جاتا ہے۔

### غدوں بلغمی و صنوبری

شعوری کیفیات کو محسوس کرنے کے لیے شعوری رابطہ توڑ کر توجہ میں گم ہو جانا ضروری  
ہے۔ اس سے دماغ کے دائیں کرے میں یہ جان پیدا ہوتا ہے اور دماغ کا بلغمی غدوں حرکت  
میں آتا ہے اور آدمی پر بے خود کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مقناطیسی لہریں غالباً آنے لگتی

ہیں۔ بلغی غدد کے تیز ہونے سے دماغ کا دوسرا غدد بھی کام شروع کر دیتا ہے۔ غدد صنوبری کے تحت نفسِ انسانی کی وہ قوتیں بیدار ہونا شروع ہوتی ہیں یہاں زمان و مکان کی پابندیاں ختم ہونے لگتی ہیں اسی عالم میں انسان کو مشاہدات اور مکاشفات ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں سالک کی فریکوننسی مرشد کی فریکوننسی سے مل جائے یا ملی ہوئی ہو تو مرشد سالک کو بے شمار واقعات و مشادات دکھا سکتا ہے۔

### مادے اور لہروں کا ربط

کائنات کی ہرشے کی روح رواں اور بنیاد تو انسانی ہے۔ تو انسانی کی ٹھوس شکل مادہ کہلاتی ہے۔ اور اگر غیر مجسم (غیر مری) شکل میں ہو تو اسے لہروں کا نام دیا جائے گا۔ دونوں صورتوں میں یہ تو انسانی ہی ہوگی۔ نیوٹن کے فارمولے کے مطابق مادے کو اگر روشنی کی رفتار (186000 میل فی سینٹ) سے سفر کرایا جائے تو وہ لہروں کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا۔ لختصر مادہ اور لہریں دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ یورپینیم اور پلوٹونیم دو ایمنی تابکار دھاتیں ہیں۔ اور ان سے تابکاری شعاعیں خود بخود خارج ہوتی رہتی ہیں۔ ان کو اگر کھلی جگہ پر کھدیا جائے تو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ان کا وزن کم ہو جاتا ہے کیونکہ اس مادے سے تابکار لہروں کا اخراج ہوتا رہتا ہے۔ لہذا مادہ اور لہریں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں یہ ایک دوسرے میں تبدیل بھی ہو سکتی ہیں اور اثر انداز بھی ہو سکتی ہیں۔ تصوف کی سائنس میں مادے (انسان) کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ لہروں (انوار) کو اخذ کر سکے بلکہ تصرف کی صلاحیتوں میں تو بعض اوقات مادے کو ہی لہروں کی شکل میں تبدیل ہوتے دیکھا گیا۔

بعض اوقات بزرگان اکرام بیک وقت مختلف مقامات پر نظر آتے ہیں (جیسا کہ ایک ٹی وی چینل سے کسی انسان کی تصویر ہر جگہ ہرٹی وی سیٹ پر نظر آتی ہے) جو کہ ایک سائنسی عمل ہے اور تصوف کی تجربہ گاہ کے علاوہ کہیں اور ممکن نہیں ہو سکا۔ سائنس کی ترقی کے ساتھ ثابت ہو گا کہ تصوف بھی ایک سائنس ہے۔

## ذکرِ الٰہی اور سائنس کے انکشافات

ہر کام دو حصوں پر مشتمل ہے یعنی نظریہ اور عمل۔ سب سے پہلے ذہن میں نظریہ جنم لیتا ہے مثلاً ہر مسلمان کا نظریہ ہے کہ اللہ ایک ہے، وہی رازق ہے۔ ہمیں اپنے نظریے کے مطابق خدا کی رحمت پر بھروسہ ہے۔ یہ ہماری شخصیت کا ایک فکری حصہ ہے۔ جب ہم نے نظریہ قائم کر لیا ہے کہ خدا پر بھروسہ ہے اس کی رحمت پر ایمان ہے تو پھر ہر عملی کوشش میں خدا کو یاد رکھ کر اپنا کام سرانجام دینا ہوگا۔ اپنے نظریے کی سچائی ثابت کرنے کے لیے عملی پہلو اختیار کرنا ہوگا۔ اگر عملی پہلو ہماری زندگی سے مفقود ہو جائے تو محض نظریے کے سہارے ہم کسی پائیدار منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔ زندگی کی جنگ لڑنے میں پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ آدمی مسائل میں الجھ جاتا ہے تو پھر کوشش کرتے وقت خدا کو پکارا جائے۔ اس کا ذکر کیا جائے اور اسے یاد رکھا جائے۔ اس طرح انسان مطمئن ہو جاتا ہے کہ میں نے خدا کو مدد کے لیے پکارا ہے، وہ ضرور مدد کرے گا۔ اس طرح انسان کی پریشانیوں کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ اس کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی ذات باری تعالیٰ کی رحمت کو جوش میں لاتا ہے۔ انسان کی مدد ایسے غیبی ذرائع سے ہوتی ہے کہ جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ ذکرِ الٰہی کی کثرت سے پروردگار کی رحمت کا سایہ اور اس کی مدد ہمیشہ ہمارے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے سامنے اور نفیاً فوائد بھی ہیں۔

(1) انسان کے اعصابی تناؤ میں کمی آتی ہے اور وہ سکون محسوس کرتا ہے۔ نیز وہ اپنے مسائل حل کرنے کی بہتر تدبیر سوچنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(2) انسان میں اعتماد پیدا ہوتا ہے کہ وہ اکیلانہیں بلکہ خدا اس کے ساتھ ہے اس لیے مشکلات میں گھبرا نہیں چاہئے۔

(3) امریکہ کے ہاوارڈ میڈل سکول کے پروفیسر ڈاکٹر ہربرٹ نے اپنی دس سالہ تحقیق کے بعد کہا کہ:

”خدا کی یاد اور مرافقے سے دل کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔“

پھر اس نے مسلمانوں کے ذکر الہی کا حوالہ دیا اور کہا کہ مسلمان بار بار قرآن شرف پڑھتے ہیں اور ذکر الہی کرتے ہیں اس سے دل کو فائدہ پہنچتا ہے شریانیں کھلتی ہیں اور دوران خون میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ماہرا مراض قلب ہیں۔ انہوں نے مزید انکشاف کیا کہ انسانی گردوں کے غددوں سے ایک مادہ خارج ہوتا ہے جس کا نام ”نارا یڈرینا لائن (Nor Adrena Line) ہے یہی وہ مادہ ہے جو خون میں مل کر خون کے دباؤ کو بڑھاتا ہے۔ اور دل کو اوورورک (Over Work) کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ذکر الہی سے اس مادے کا اخراج بہت حد تک کم ہو جاتا ہے۔ غددوں میں اعتدال آتا ہے۔ اور مریض کو سکون ملتا ہے۔ ڈاکٹر ہربٹ کا کہنا ہے کہ ذکر الہی سرکان اور سرطان کے درد کے لیے بھی مفید ہے (رپورٹ 1998ء)

اس کی تصدیق اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمائی ہے۔ ”الا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُ الْقُلُوبُ“ (خبردار! اللہ کا ذکر قلوب کو طمانیت بخشتا ہے)۔

(4) عام حالات میں جب انسان سانس لیتا ہے تو سانس میں گہرائی یا پریشر نہیں ہوتا۔ اس کے پھیپھڑوں میں ہوا کی ہزاروں تھیلیاں ہوتی ہیں جنہیں الویولی (Alveoli) کہا جاتا ہے۔ عام طریقے سے سانس لیتے وقت ہزاروں میں سے چند ایک تھیلیاں کھلتی ہیں۔ اور استعمال ہوتی ہیں۔ ذکر الہی کے عام مروجہ طریقے سے جب انسان پریشر سے سانس اندر کھینچ تو تصور میں ”اللہ“ کہے پھر پریشر سے سانس باہر کھینچ تو دل پر توجہ کر کے ”ہُو“ کی ضرب لگائے تو اس عمل سے ہوا کی ہزاروں تھیلیاں کھل جاتی ہیں جو کبھی استعمال نہیں ہوئی ہوتیں۔ اس طرح آکسیجن کی زیادہ مقدار خون میں جذب ہوتی ہے۔ نظام تنفس کی بیماریاں دور ہوتی ہیں اور خون کے سرخ جسمیوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے جس کے انسانی صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(5) قلب پر توجہ بڑا اہم موضوع ہے۔ دل کا کام جسم میں خون پمپ کرنا ہے۔ خون میں ہیموگلوبن (لوہا اور پروٹین) موجود ہوتی ہے جو صحت کے لیے از حد ضروری ہے دل کی

طرف سے خون داخل ہوتا ہے اور دوسری طرف سے شہرگ کے ذریعے نکل کر جسم میں پھیلتا ہے۔ جب ہم ذکر الہی کرتے ہیں تو کائنات میں موجود توانائیوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ انوار جو خود لہروں کی شکل میں توانائیاں ہیں وہ ارتکاز کی وجہ سے قلب کی طرف رجوع کرتی ہیں تو ہیموگلوبن کا عنصر ہیمو (لوہا) ان توانائیوں کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ انوار کی خاصیت مقناطیسی ہے۔ لوہا مقناطیسیت سے انوار کو کھینچتا ہے۔ چنانچہ انوار ہمارے جسم میں ہیموگلوبن کے ذریعے داخل ہو کر پورے جسم میں پھیل جاتے ہیں۔ ہیموگلوبن کے ذریعے انوار کی گردش سے سنسنہ ہٹ سی محسوس ہوتی ہے جیسے برقی رو ہمارے جسم میں گھس (Penatrare) رہی ہو۔ یہ انوار قلب کی تطہیر بھی کرتے ہیں اور خون کو طاقتو ر بھی بناتے ہیں۔ جب خون شریانوں میں سے گزرتا ہے تو دماغ کی کارکردگی میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔ دماغ جب صاف خون وصول کرتا ہے تو دماغ کے خلیات چارچ ہوتے ہیں۔ منفی سوچیں ثابت سوچوں میں بدل جاتی ہیں۔ اور شر کی جگہ خیر کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ ذکر الہی کی روحانی کیفیت کا لطف صرف ذکر الہی کرنے والا ہی محسوس کر سکتا ہے۔

### بیعت کی حقیقت

کسی بھی چیز کو سکھنے کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کا کامل علم رکھتا ہو۔ کسی ادارے میں جب ہم داخلہ لیتے ہیں تو سربراہ ادارہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ادارے کے قواعد و ضوابط کی پابندی کریں گے کو بیعت کہتے ہیں۔ تصوف کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھی کسی کامل مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مرشد سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ اس کے حکم کی کما حقہ پابندی اور اتباع کی جائے گی اس کا نام بیعت ہے۔ بیعت کے بعد یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس فیلڈ میں کتنی محنت کرتے ہیں۔ جو جتنی محنت کرے گا وہ اتنی ہی ترقی کرے گا۔ محنت نہ کرنے والے کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ بیعت دو آدمیوں یعنی استاد اور شاگرد کے مابین ایک ایسا معاہدہ ہے جس کا تعلق انسان کی اندر وہی نفیات سے ہوتا ہے۔ یہ انسان کی داخلي اور مخفی کیفیت ہے۔ اس کی عہد شکنی کا و بال انسان کے اپنے نفس پر ہوتا

ہے۔ البتہ تصوف میں ایک بات بہت ضروری ہے کہ کسی کو مرشد بنانے سے پہلے پرکھ لینا چاہئے اور اگر وہ اسے واقعی تصوف کا ماہر پائے تو تب معاهدہ یا بیعت کر لے۔ مرشد کامل تصوف میں لازمی معیار ہے۔ ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوا کرتا۔

### تصوف کی ضرورت

تخلیق کا اپنے خالق سے رابطہ اور آشنائی از حد ضروری ہے۔ تصوف اس ضمن میں ہماری بھرپور مدد کر سکتا ہے۔ تخلیق کا اپنے خالق سے کٹ کر زندہ رہنا ناممکن ہے اور مضحكہ خیز بھی ہے۔ تخلیق کو اپنا وجود منوانے کے لیے اپنے خالق سے ربط و تعلق اور اس کی نظرِ رحمت حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کی نظروں سے گر جائے تو اس کی زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ کوئی بھی اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ جو شاگرد استاد کی نظروں میں محترم ہو سب اس کی عزت کرتے ہیں۔ یہی حال تخلیق اور خالق کا ہے۔ خالق اگر اپنی تخلیق کو OK (درست قرار دے) کر دے تو کوئی اسے بے عزت نہیں کر سکتا۔ ہم دنیاوی زندگی کے دوسرے شعبوں کو بہت وقت دیتے ہیں لیکن اپنے خالق سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ہمارے پاس چند لمحات بھی نہیں اپنے خالق سے رابطہ قائم کرنا نہ بھولیے۔ خالق سے ضرور رابطہ کیجئے بگڑی بن جائے گی۔ غنوں اور تاریکیوں کے بادل بحث جائیں گے اور زندگی روشن سے روشن تر ہوتی چلی جائے گی۔ اولیاء کرام اور محبوبان خدا سے پیوسہ رہیے۔ ان مقدس ہستیوں کی روشن سے ہی روشنی کا حصول ممکن ہے۔ انبیاء کرام (خصوصاً سید الابرار ﷺ کی سیرت) اور اولیاء کرام کی زندگیاں ہمارے لیے نمونہ ہیں۔ قرآن نے ان، ہی لوگوں کو انعام یافتہ اور غیر مغضوب کہا ہے اور ان، ہی کی حیات مبارکہ کو صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ خدا، ہمیں سیرت احمد مجتبیؑ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مضمون کی روشنی میں حضرت اولیس القرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ کو سمجھنے کے قابل بنائے۔ آمین

## اطہارِ شکر

رب ذوالجلال والاکرام کا بے حد و حساب مشکور و ممنون ہوں جس نے احقر کو خیرات ابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موضوع پر کتاب مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں ان تمام حضرات گرامی کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اس موضوع کے متعلق مواد فراہم کرنے اور مشاورت کے ضمن میں میری معاونت فرمائی۔ خصوصاً پروفیسر حافظ محمد مشتاق صاحب گورنمنٹ کالج شکر گڑھ ملک جاوید اقبال صاحب لاہوریین اور محمد انور خان اسٹینٹ لاہوریین کا تھہ دل سے ممنون ہوں کیونکہ ان حضرات نے میری بڑی مدد فرمائی۔ جناب قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کا بھی بہت بہت شکر گزار ہوں جنہوں نے میری ہمت بندھائی اور حاجی شوکت صاحب لاٹانی بک سنٹر شکر گڑھ کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

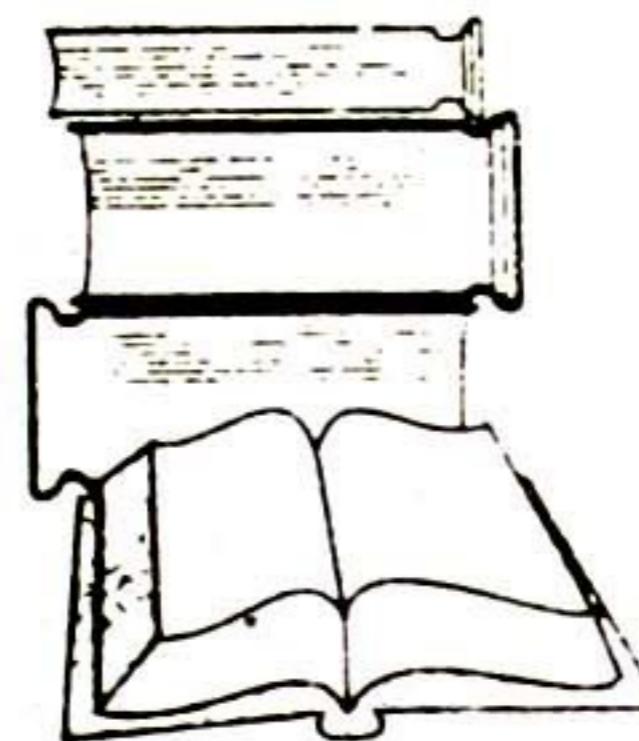
انسانی جبلت کے تحت کتاب میں اگر کوئی غلطی یا نیا ہو گئی ہو تو نشاندہی کرنے پر ممنون ہوں گا۔ خدا میری اور آپ کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آمین

## مأخذ

- |  |  |
|--|--|
| <p>ابن کثیر</p> <p>جسٹس پیر محمد کرم شاہ الا زہری رحمۃ اللہ علیہ</p> <p>سید ابوالاعلیٰ مودودی</p> <p>امام اسماعیل بخاری (ترجمہ وجید الزمان)</p> <p>امام مسلم (شرح امام نووی)</p> <p>ابو غیبی ترمذی (اردو ترجمہ حافظ حامد الرحمن)</p> <p>علامہ نواب قطب الدین خان دھلوی</p> <p>علامہ حافظ علال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ</p> <p>مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی</p> <p>شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ</p> <p>حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ</p> <p>شاہ معین الدین احمد ندوی</p> <p>ابو الحسن الحزرمی بن اثیر</p> <p>محمد بن سعد</p> <p>علامہ پروفیسر طاہر القادری</p> <p>پنجاب یونیورسٹی لاہور</p> <p>جسٹس پیر محمد کرم شاہ الا زہری رحمۃ اللہ علیہ</p> <p>صفی الرحمن مبارک پوری</p> | <p>1- تفسیر ابن کثیر</p> <p>2- تفسیر ضیاء القرآن</p> <p>3- تفسیر القرآن</p> <p>4- تیہ ابن حبیث ح بخاری شریف</p> <p>5- ثہن حمذیب (امام نووی)</p> <p>6- ترمذن ثہنیب</p> <p>7- مظاہر قید (شرح مشکوٰۃ شریف)</p> <p>8- شرح النبی (اردو)</p> <p>9- تاریخ اسلام</p> <p>10- تذكرة الاولیاء (اردو)</p> <p>11- کشف المحوب (اردو)</p> <p>12- سیر الصحابة (اردو)</p> <p>13- اسد الغابہ (اردو)</p> <p>14- طبقات ابن سعد جلد پنجم (اردو)</p> <p>15- تذکرے و صحبتیں</p> <p>16- دائرة معارف اسلامی</p> <p>17- ضیاء النبی جلد پنجم</p> <p>18- الرحیق المحتوم (اردو)</p> |
|--|--|

- |   |                       |
|---|-----------------------|
| ابن ہشام                                  | 19- سیرت النبی کامل   |
| علامہ شبیل نعماں                          | 20- سیرت النبی ﷺ      |
| قاضی سلیمان سلمان منصور پوری              | 21- رحمت للعلمین      |
| علامہ اسلم جیراج پوری                     | 22- نوادرات           |
| امام نووی                                 | 23- اربعین            |
| حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ | 24- انبیاء الارواح    |
| گورنمنٹ کالج شکر گڑھ                      | 25- عزم نو اسلام نمبر |

# اہل علم کیئے عظیم علمی پیشکش



آیات احکامی تفسیر و تشریع پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

بِ يَدِيْ حَمَّا الْذِيْنَ أَمْسَوْا

۲ جلدیں

## خصوصیات

وہ زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ سائل کا حل

وہ متاثیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ

وہ مقررین واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ

وہ ہر کسی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یہ سال مفید

ضیما ایفٹر لائنز پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ۔ پاکستان

آج ہی طلب  
فڑھائیں



# حضرت امّت پیر محمد کرم شاہ لازمری کی یادگار تصنیف

## تفسیر حسنی القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت تجھہ جس کے ہر لفظ سے ابھازِ قرآن کا خشن نظر آتا ہے

جلد ۵

## تفسیر حسنی القرآن

نہم شرآن کا بہترین ذریعہ  
ابدال کے یہ ایک نایاب تخفہ

## سُلْطَنِ تَحْقِيقِ الْأَنْوَافِ

فرستہ انکار نہت پر تحقیقی در تقدیری کتاب

## مقالات

غفتگو علی زرقانی اور مفتی احمد فیضی

باعظ اپدیل ان مقالات

## سیاست صلی اللہ علیہ وسلم

پھرستہ

## حسنی ابی

جلد ۶

درد و سوز اور تحقیق و آہمی سے  
معمول تصنیف

## مجموعہ طائف دلائل الخیرات

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل  
کے معمولات اور ارادو و ظائف کا مجموعہ

## قصیدہ اطہب النعم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پُرسوز  
اور دلاؤیز شرح

## حسنی ابی آن پہلی کھشند